ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
38
تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام
مسلسل اشاعت کا
32واں سال
تنظیم اسلامی کا ترجمان
16 تا 22 ربیع الاوّل 1445ھ / 3 تا 9 اکتوبر 2023ء

انقلاب کا سرچشمہ: محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ

حضور ﷺ کی زندگی اس اعتبار سے بھی واقعتاً آئیڈیل ہے کہ ایک انقلابی دعوت کا آغاز بھی آپؐ نے کیا اور اسے کامیابی کی آخری منزل تک بھی خود پہنچایا۔ دنیا کے انقلابات میں سے کوئی بھی دوسرا انقلاب ایک حیاتِ انسانی کے عرصے (span) میں پورا نہیں ہوا' بلکہ فکر دینے والے مرکھپ گئے' بعد میں کہیں وہ فکر پروان چڑھا اور اس کی بنیاد پر کہیں انقلاب آ گیا۔ جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا انقلاب اس اعتبار سے منفرد اور لاثانی ہے کہ ایک انسانی زندگی کے اندر' کل 23 سال کے عرصے میں' الف سے ی تک انقلاب کے تمام مراحل طے ہو گئے۔

اس سے میں یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ آج عہدِ حاضر میں اجتماعیات' سوشیالوجی یا پولیٹکل سائنس کا کوئی طالب علم پوری دیانت داری سے انقلاب کا صحیح طریق کار اخذ کرنا چاہے تو اسے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے مکمل راہنمائی مل سکتی ہے۔ مارکس' اینجلز' لینن یا والٹیئر کی زندگیوں سے اس ضمن میں قطعاً کوئی راہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ گویا طریق انقلاب کے لیے اب دنیا کے سامنے صرف ایک ہی منبع و سرچشمہ (source) ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہے۔

رسولِ انقلاب کا طریق انقلاب
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

آہ! ہمارا معاشرہ
رسول اللہ ﷺ سے تعلق کے تقاضے
انڈیا، کینیڈا سفارتی تنازعہ
حضور اکرم ﷺ کا انقلاب اور معاشرتی مساوات
دیں بھی گیا، دنیا بھی گئی
قیامِ پاکستان کی بنیاد اور ہماری ذمہ داریاں

قوم ثمود کے نوسرداروں کا حضرت صالح علیہ السلام پر حملہ کا پروگرام

سُورۃُ النَّمل — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 48، 49

وَ کَانَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ تِسۡعَۃُ رَہۡطٍ یُّفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا یُصۡلِحُوۡنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوۡا تَقَاسَمُوۡا
بِاللّٰہِ لَنُبَیِّتَنَّہٗ وَ اَہۡلَہٗ ثُمَّ لَنَقُوۡلَنَّ لِوَلِیِّہٖ مَا شَہِدۡنَا مَہۡلِکَ اَہۡلِہٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾

آیت ۴۸ ﴿وَکَانَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ تِسۡعَۃُ رَہۡطٍ یُّفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا یُصۡلِحُوۡنَ ﴿۴۸﴾﴾ ’’اور اُس شہر میں نو (۹) بڑے بڑے سردار تھے‘ وہ زمین میں فساد مچاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔‘‘

آیت ۴۹ ﴿قَالُوۡا تَقَاسَمُوۡا بِاللّٰہِ لَنُبَیِّتَنَّہٗ وَاَہۡلَہٗ﴾ ’’انہوں نے کہا کہ تم سب آپس میں اللہ کی قسم کھا کر عہد کرو کہ ہم لازماً رات کو حملہ کریں گے اس پر اور اس کے گھر والوں پر‘‘

ان سب سرداروں نے مل کر حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کی۔ ان میں سے کوئی اکیلا یہ اقدام کر کے حضرت صالح علیہ السلام کے قبیلے کے ساتھ دشمنی مول نہیں لے سکتا تھا‘ اس لیے انہوں نے حلف اٹھوا کر سب کو اس پر آمادہ کیا۔ سب کو اس طرح اس مہم میں شامل کرنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ان میں سے کوئی شخص راز فاش نہ کر سکے۔ قبائلی روایات وقوانین کے تحت پورا قبیلہ بحیثیت مجموعی اپنے تمام افراد کے جان و مال کے تحفظ کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اپنے کسی فرد کو کوئی گزند پہنچنے کی صورت میں پورا قبیلہ یک جان ہو کر اس کے بدلے کا اہتمام کرتا ہے۔ سورۂ ہودؑ میں ہم پڑھ آئے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ بھی آپؑ کے خلاف ایسا ہی اقدام کرنا چاہتے تھے لیکن آپؑ کے قبیلے کے ڈر کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے۔ اپنی اس مجبوری کا اقرار انہوں نے ان الفاظ میں کیا تھا: ﴿وَلَوۡلَا رَہۡطُکَ لَرَجَمۡنٰکَ ۫﴾ (آیت ۹۱) ’’اور اگر تمہارا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے۔‘‘

خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی مکّہ میں ایک وقت ایسا آیا کہ سب مشرکین آپؐ کے قتل کے درپے ہو گئے‘ مگر اپنی اس خواہش کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ڈرتے تھے کہ ان کا یہ اقدام ان کے قبائل کے درمیان کہیں خانہ جنگی کا باعث نہ بن جائے۔ چنانچہ انہوں نے بھی بعینہٖ وہی منصوبہ بنایا جو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے بنایا تھا کہ ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان اس عمل میں شریک ہو اور سب مل کر آپؐ پر حملہ کریں۔ اس طرح نہ تو یہ پتا چل سکے گا کہ اصل قاتل کون ہے اور نہ ہی بنو ہاشم سب قبائل سے بدلہ لینے کی جرأت کر سکیں گے۔

بہر حال حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے ان نو سرداروں نے باہم حلف اٹھا کر منصوبہ بنایا کہ وہ سب مل کر رات کو آپؑ کے گھر پر دھاوا بول دیں گے اور:
﴿ثُمَّ لَنَقُوۡلَنَّ لِوَلِیِّہٖ مَا شَہِدۡنَا مَہۡلِکَ اَہۡلِہٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾﴾ ’’پھر ہم اُس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اس کے گھر والوں کے قتل کے وقت موجود ہی نہیں تھے اور ہم بالکل سچے ہیں۔‘‘

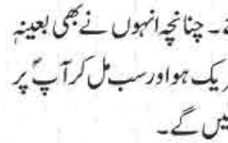

درس حدیث

دین اور اخلاق

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ((اِنَّمَا بُعِثۡتُ لِاُتَمِّمَ صَالِحَ الۡاَخۡلَاقِ)) (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔‘‘

تشریح: اسلام میں اگرچہ عبادات بھی ہیں اور تطہیر بدن اور تطہیر خورد و نوش کے احکام بھی مگر سب سے زیادہ اہمیت تطہیر اخلاق کی ہے۔ ایمان کا حسن اخلاق کے بغیر درجۂ کمال کو نہیں پہنچ سکتا۔ قرآن مجید نے جگہ جگہ اس کی تصریح فرمائی ہے۔ یہ حدیث اسی کی وضاحت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آہ! ہمارا معاشرہ

ہمارا معاشرہ جس تیزی سے گراوٹ اور پستیوں کی طرف رواں دواں ہے اس صورتِ حال کو بیان کرنے کے لیے اپنی ذہنی استعداد کے علاوہ لغت کا بھی سہارا لیں تب بھی مشکل نظر آتا ہے کہ حالات کی صحیح ترجمانی کے لیے موزوں الفاظ مل سکیں گے۔ معاشرہ اکائیوں کے مجتمع ہونے سے تشکیل پاتا ہے ہم بھی اس معاشرہ کی اکائی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے ایسے واقعات ہو رہے ہیں کہ صرف سر ہی شرم سے نہیں جھک رہا بلکہ سرتاپا شرمساری ہے، ندامت اور بے حسی ہے۔ جنہیں دنیا کو عدل دینا تھا اور جنہیں اس حوالے سے اپنوں اور بیگانوں کا فرق کرنے کی بھی اجازت نہ تھی وہ یا بدترین ظالم ہیں یا بدترین ظلم کا شکار ہیں۔ مغرب جو جھوٹا سچا مہذب تہذیب کا دعویدار ہے کم از کم ہم سے اس لحاظ تو بہتر ہے کہ سب کو نہ سہی اپنوں کو تو انصاف دیتا ہے۔ غیروں پر جو چاہے اور جتنا چاہے ظلم ڈھائے اپنوں کی حفاظت کرنا اپنی بنیادی ذمہ داری سمجھتا ہے اور اس حوالے سے ہرگز غفلت کا شکار نہیں ہوتا۔ ہم پاکستانی مسلمانوں کا معاشرہ جسے اولاً اور اصلاً تو اسلامی روایات کا حامل ہونا چاہیے تھا لیکن یہ تو اب بڑی دور کی بات لگتی ہے یہ تو انہونی لگتی ہے۔

حال ہی میں وطن عزیز میں چند ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم تو عام انسانی اخلاقی اقدار سے بھی کوسوں دور ہو چکے ہیں۔ دولت اور اقتدار کا حصول انسانی جبلت کا حصہ ہے لیکن دنیا نے اس کے لیے کچھ قواعد وضوابط وضع کیے ہیں، کچھ قانون بنائے ہیں۔ اگرچہ ان کی خلاف ورزی بھی ہوتی رہتی ہے لیکن اندھیر نہیں مچا ہوا۔ بحیثیت مجموعی معاشرے زیادہ تر ان قواعد وضوابط کی پابندی کرتے نظر آتے ہیں۔ ہمارا دلچسپ اور شرمناک رویہ یہ ہے کہ ہم غیروں سے تو کچھ رعایت برت لیتے ہیں، خاص طور پر ’’چٹی چمڑی‘‘ تو دیکھتے ہی ہمارے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور ہم اُن کے آگے بچھ جاتے ہیں لیکن اپنوں کے لیے تو فرعونیت عود آتی ہے۔

حال ہی میں ہم نے دولت اور اقتدار کے لیے لوگوں کی زندگیوں کو تاریکی سے بھر دیا، اُن کی دنیا اندھیر ہوگئی۔ ایواسٹین (Avastin) نامی ایک انجکشن تھا (جو بنیادی طور پر AMD بیماری، شوگر کے مریضوں میں آنکھوں کے مسائل اور retina کے دیگر امراض کے لیے استعمال ہوتا ہے)! جس سے درجنوں لوگوں کی آنکھیں ضائع ہوگئیں بے شمار کی آنکھیں متاثر ہوئیں۔ ہم مردہ جانوروں کا گوشت بیچ کر پیسے کماتے ہیں، ہم گدھے کو ہلاک کرکے مسلمانوں کو کھلا دیتے ہیں جس کا کھانا مسلمان کے لیے جائز نہیں، ہم جعلی دوائیاں بنا کر لوگوں کی جانوں سے کھیلتے ہیں۔

ہفت روزہ — لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
16 تا 22 ربیع الاوّل 1445ھ — جلد 32
3 تا 9 اکتوبر 2023ء — شمارہ 38
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
’’دارالاسلام‘‘ ملتان روڈ چونگی لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
’’مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

دوسرا واقعہ ایک دینی مدرسہ کا ہے جس میں اُستاد نے شاگرد کے چھٹی کرنے پر اُسے ڈنڈے کے ساتھ وحشیانہ انداز میں خوب پیٹا پھر اُسے کمرے میں بند کر دیا اور جب معلوم ہوا کہ یہ شاید جان سے ہی چلا جائے تو خود کو کسی سزا سے بچانے کے لیے اُسے ہسپتال میں داخل کرا دیا لیکن ظالم اور شقی القلب انسان نے (جسے اُستاد کہنا اس قابل احترام منصب کی توہین ہے) ایسی خوفناک ضربیں لگائی تھیں کہ یہ چودہ سالہ بچہ جانبر نہ ہو سکا۔ یہ صرف اس قابلِ احترام منصب کی ہی نہیں انسانیت کی توہین و تذلیل ہے اگر قانون اجازت دے تو اس انسان نما درندے کو اسی مدرسے کے باہر تختہ دار پر چڑھایا جائے جس نے ایک معصوم بچے کی کتنی اذیت ناک طریقہ سے جان لی۔ ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ مدرسہ کی انتظامیہ یا کسی دوسرے اُستاد نے اس بدبخت کا ہاتھ کیوں نہ روکا۔ بہرحال ایسا انسان جو خود جہالت کا سمبل ہے، جس کا دل و دماغ جہالت کی آماجگاہ ہے اور انسانیت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں رکھتا وہ کسی کو کیا اور کیسی تعلیم دے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس قوم پر رحم کرے جس کے اُستاد بھی اتنی گھٹیا اور پست ذہنیت کے حامل ہیں۔ درحقیقت یہ بھی اقتدار اور اظہارِ اقتدار کے شوق کا نتیجہ ہے کہ اتنی محدود سطح پر اتھارٹی رکھتے ہوئے فرعونیت کا اظہار کیا گیا۔

تیسرا واقعہ بھی دردناک ہونے کے حوالے سے کسی طرح کم نہ تھا۔ یہ بھی اپنی فرعونیت کا عروج اور کمال تھا، یہ بھی اقتدار کے نشہ کا غلیظ ترین مظہر تھا۔ پولیس کو عباد فاروق نامی تحریک انصاف کے ایک کارکن پر 9 مئی کے واقعہ میں ملوث ہونے کا شبہ تھا۔ اُس کے گھر پر بار بار دیوار توڑ چھاپے مارے گئے، چادر اور چار دیواری کے تحفظ کو بُری طرح روندا گیا، اُس کا سات آٹھ سالہ عمار نامی بچہ بار بار کی پولیس گردی سے خوف زدہ ہو گیا اور ایسا خوف زدہ ہو گیا کہ بالآخر موت کے منہ میں چلا گیا۔ ویسے تو ہمارے ہاں مشہور ہے کہ سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا لیکن اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اقتدار کی خواہش اور اُس کا تحفظ انسان کو درندوں سے بدتر کر دیتا ہے۔ بچے کی موت کے بعد پہلے یہ کہانی تراشی گئی کہ بچہ پہلے سے بیمار تھا لیکن جب بچے کی ایسی تازہ ویڈیو سامنے آئی جس میں بچہ گراؤنڈ میں کھیل رہا ہے اور پھر یہ کہ ڈاکٹر کے نسخہ پر لکھا ہوا تھا "acute grief attack"۔ ظلم کی یہ داستان یوں شروع ہوتی ہے کہ پہلے باپ کو پکڑا گیا، پھر ماں کو پکڑ کر لے گئے، پھر بوڑھی دادی کو بھی لے گئے۔ اس مسلسل دہشت گردی نے بچہ کے ذہن کو بُری طرح متاثر کیا۔ جب بچہ بستر پر پڑ گیا تو اُس کے چچا نے ہر حکومتی دروازہ کھٹکھٹایا کہ باپ کو بچے سے ملا دیں لیکن انتظامیہ میں شاید سب بے اولاد تھے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اولاد کا دکھ کیسا دکھ ہوتا ہے۔ بچہ بالآخر کوما میں چلا گیا تب کہیں تھوڑی دیر کے لیے اُس کے والد کو لایا گیا جب والد نے بچے کو دیکھا تب بھی اُس معصوم کے پیارے پیارے رخساروں پر آنسو تھے اُس کا بھائی جو اُس سے کچھ بڑا ہے کوما میں جانے سے پہلے اُسے یہ جھوٹی تسلی دیتا رہا کہ ابو آرہے ہیں تم ٹھیک ہو جاؤ گے اور ہم پھر اکٹھے کھیلیں گے۔ جب بہت سے شواہد نے اور ڈاکٹروں کی تشخیص نے یہ ثابت کر دیا کہ ''بچہ پہلے ہی بیمار تھا'' کا بیانیہ جھوٹا ہے تو پھر یہ کہا جانے لگا کہ اُس کے باپ نے جناح ہاؤس پر حملہ کر کے ریڈ لائن کیوں کراس کی۔ عذر گناہ بدتر از گناہ۔ ضلع کچہری سے لے کر کس سپریم کورٹ میں یہ بات ثابت ہوئی تھی کہ الزام درست ہے۔ اور آیئے فرض کر لیں کہ یہ ثابت ہو جائے کہ عمار کے باپ نے جناح ہاؤس کو نقصان پہنچایا تھا تو سزا جرم کے مطابق ہونی چاہیے یا ملزم کی سیاسی شناخت کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔

ایک حدیث شریف کا ترجمہ ذمہ داران کو پیش کر دیتے ہیں ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: (اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مومن کی جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہئے۔'' (ابن ماجہ) ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اقتدار تو دھوپ اور چھاؤں کی طرح ہوتا ہے اور موت بہرحال سب کو آنی ہے اور اقتدارِ مطلق تو صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

❁❁❁

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کے تقاضے

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 22 ستمبر 2023ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد

ربیع الاول کے مہینے کی مناسبت سے بعض باتوں کی یاد دہانی ہم سب کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں آج ان شاء اللہ ہم سورۃ الاعراف کی آیت 157 کی روشنی میں یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ سے ہمارا تعلق کیسا ہونا چاہیے، اس تعلق کے تقاضے کیا ہیں اور ان تقاضوں کو ہم کیسے پورا کر سکتے ہیں؟ فرمایا:

﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ١٥٧﴾ (الاعراف) ''تو جو لوگ آپ (ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور آپ (ﷺ) کی تعظیم کریں گے اور آپ (ﷺ) کی مدد کریں گے اور پیروی کریں گے اُس نور کی جو آپ (ﷺ) کے ساتھ نازل کیا جائے گا' وہی لوگ ہوں گے فلاح پانے والے۔''

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ سے ہمارے تعلق کے چار تقاضے بیان ہوئے ہیں۔

(1) اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان

اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان کی ایک technical تعریف اہل علم نے یہ بیان فرمائی ہے: تصدیق بما جاء به النبی ﷺ! ''ہر وہ خبر جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے اس کی تصدیق کرنا۔'' یہ ایمان ہے۔ بحیثیت اُمتی اس کیفیت کی معراج پر صدیق اکبرؓ ہیں۔ معراج کے واقعہ پر مشرکین نے جا کر صدیق اکبر سے یہ پوچھا کہ بتاؤ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ رات کے قلیل عرصہ میں کوئی مکہ مکرمہ سے فلسطین چلا جائے اور پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر بھی کر کے آجائے۔ آپ نے فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ ایسا فرما رہے ہیں تو یہ بالکل ممکن ہے۔

اگرچہ آج کے جدید سائنسی دور میں ممکن ہے ہم اس واقعہ کی کچھ سائنسی توجیہات پیش کر سکیں لیکن اُس وقت تک ایسا کوئی تصور نہیں تھا۔ مگر صدیق اکبر کو تصدیق کرنے میں کوئی ایشو نہیں تھا کیونکہ وہ اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لا چکے تھے۔ بہر حال ایمان کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی ہر خبر پر ایمان ہو۔ آپ ﷺ جو خبر لے کر آئے اس میں قرآن مجید اور احادیث شامل ہیں۔ ان کی تصدیق کرنا ایمان ہے۔

ایمان کا دوسرا جز یہ ہے کہ آپ ﷺ کو خاتم النبیین مانا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ﴾ (الاحزاب:40)

مرتب: ابو ابراہیم

''(دیکھو!) محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں' بلکہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں۔''

اس آیت کی رو سے وہی شخص مسلمان کہلائے گا جس کا اس بات پر ایمان ہو کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ ورنہ کوئی شخص بے شک اللہ پر، اللہ کے رسولوں پر، اللہ کی کتابوں پر، آخرت پر ایمان کیوں نہ رکھتا ہو وہ مسلمان نہیں ہے جب تک کہ آپ ﷺ کو خاتم النبیین نہ مانے۔ جیسا کہ یہود کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۸﴾ (البقرۃ) ''اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر بھی اور یومِ آخر پر بھی' مگر وہ حقیقت میں مؤمن نہیں ہیں۔'' یہود کا بھی اللہ اور آخرت پر ایمان تھا لیکن رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لائے تو اللہ فرماتا ہے کہ وہ اہل ایمان نہیں ہیں۔ پھر یہ کہ ایمان کا دعویٰ محض زبانی کلامی نہ ہو بلکہ دل سے اس کی تصدیق بھی ہو۔ قرآن کریم میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (النساء:136) ''اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر' اُس کے رسولؐ پر۔''

زبان سے اقرار بھی ضروری ہے مگر دل میں یقین ہوگا تو ہمارا عمل اس کا ثبوت پیش کرے گا۔ پروفیشنل سٹڈیز میں ہم سب 16،16 گھنٹے پڑھ رہے ہوتے ہیں، گھر والوں کو بھول جاتے ہیں، گھومنا پھرنا، کرکٹ، دوست، سمارٹ فون سب کچھ بھول جاتے ہیں اس لیے کہ یہ یقین ہوتا ہے کہ سٹڈی مکمل کروں گا تو پروفیشن میں جا پاؤں گا۔ اسی طرح دل میں یقین ہے کہ کاروبار نہیں کروں گا تو بھوکا مر جاؤں گا۔ جس چیز کی بھی قدر دل میں ہوگی تو عمل ثبوت پیش کرے گا۔ ہم اپنے دل سے پوچھیں کیا محمد رسول اللہ ﷺ کی قدر دل میں ہے؟ اگر محمد مصطفیٰ ﷺ کی قدر دل میں ہوگی تو عمل بتائے گا کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آ جائے۔ (جامع ترمذی) یعنی اس کی ترجیحات، اعمال، کردار اور اخلاق بتائے گا کہ یہ اللہ کو ماننے والا ہے۔ کیا آج ہمیں دیکھ کر لوگوں کو اللہ یاد آتا ہے؟ اسی طرح اُمتی وہ ہوگا جسے دیکھ کر محمد مصطفیٰ ﷺ یاد آئیں۔ کیا آج ہمارے کردار، اعمال، اخلاق دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے اُمتی ہیں۔ جھوٹ ہم بولیں، وعدہ خلافی ہم کریں، خیانت ہم کریں، ملاوٹ ہم کریں، دھوکہ ہم

دیں، سودخوری ہم کریں، گھروں میں بے پردگی، معاشرے میں بے حیائی ہو، جہاں کسی کو موقع ملے وہ دوسرے کا حق مارنے کو تیار ہو، کیا اُمتیوں والی کوئی صفت بھی ہم میں ہے کہ ہمیں دیکھ کر دنیا کو محمد مصطفی ﷺ یاد آئیں؟ لہٰذا محض زبان سے نہیں بلکہ دل سے بھی محمد مصطفی ﷺ پر ایمان ہو جس کا ثبوت ہمارا عمل پیش کرتا ہو۔ پھر ایمان کا تقاضا ہے کہ ہمارے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت بھی ہو۔ قرآن مجید میں اللہ فرماتا ہے: ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ﴾ (الاحزاب: 6) ”یقیناً نبیؐ کا حق مومنوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ ہے“

ہمیں جس سے محبت ہوتی ہے اس کی قدر بھی ہوتی ہے، اس کے ساتھ لحاظ اور مروت کا معاملہ بھی ہوتا ہے۔ اس کو کوئی برا بھلا کہے تو ہمیں غصہ بھی آتا ہے۔ ماں کو کوئی گالی دے تو ہم مرنے مارنے پر تُل جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے اگر واقعتاً محبت ہوگی اور ان کی شان میں کوئی گستاخی کرے تو ہمیں غصہ ضرور آئے گا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہمیں اپنے ایمان پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت اپنی جان سے بڑھ کر ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور سارے انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔“ (بخاری شریف) دوسری روایت میں ہے کہ جب تک تمہاری جان سے بڑھ کر میں تمہارے نزدیک محبوب نہ ہو جاؤں تمہارا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”(اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ‘ تمہارے بیٹے‘ تمہارے بھائی‘ تمہاری بیویاں (اور بیویوں کے لیے شوہر)‘ تمہارے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے بہت محنت سے کمائے ہیں‘ اور وہ تجارت جس کے مندے کا تمہیں خطرہ رہتا ہے‘ اور وہ مکانات جو تمہیں بہت پسند ہیں۔ (اگر یہ سب چیزیں) تمہیں محبوب تر ہیں اللہ‘ اُس کے رسول (ﷺ) اور اُس کے راستے میں جہاد سے‘ تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سنادے۔ اور اللہ ایسے فاسقوں کو راہ یاب نہیں کرتا۔“ (آیت: 24)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ یہ آٹھ محبتیں ایک پلڑے میں رکھیں اور دوسرے پلڑے میں یہ تین محبتیں رکھیں اور پھر اپنا جائزہ لیں۔ کہیں مال، اولاد، دنیا کی محبت میں ڈوب کر ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ بے وفائی تو نہیں کر رہے۔ ان کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات تو نہیں توڑ رہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ اللہ ایسے فاسقین کو ہدایت نہیں دیتا۔ پھر ہمیں اللہ کے عذاب کا انتظار کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من احب سنتی فقد احبنی و من احبنی کان معی فی الجنة)) ”جس نے میری سنت سے میرے طریقے سے محبت کی یقیناً اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔“ (جامع ترمذی)

لہٰذا حضور ﷺ پر ایمان کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ سے محبت بھی ہو اور حضور ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع بھی ہو۔ قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کے تعلق سے اللہ نے ایک بات ارشاد فرمائی:

﴿اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰہِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ﴾ (آل عمران: 68) ”یقیناً ابراہیمؑ سے سب سے زیادہ قربت رکھنے والے لوگ تو وہ ہیں جنہوں نے اُن کی پیروی کی“

یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کا دعویٰ تھا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے چاہنے والے اور ماننے والے ہیں۔ اللہ نے فرمایا: ابراہیمؑ کا دین تو توحید پر مبنی تھا تم بت پرستی اور شرک میں کیوں پڑے ہو؟ ابراہیم علیہ السلام کے اصل پیروکار تو وہ ہیں جو اُن کی اتباع کریں گے۔ اسی طرح حضور ﷺ کے چاہنے والے اور ماننے والے تو وہ ہوں گے جو آپ ﷺ کی پیروی کریں گے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ گیارہ مرتبہ فرماتا ہے: ﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ج﴾ (التغابن: 12) ”اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی۔“

ایک اطاعت ہے اور ایک اتباع ہے۔ اللہ اور اس کے

پریس ریلیز 28 ستمبر 2023ء

مسائل میں گھری ہوئی امت کے لیے اُسوۂ رسول ﷺ میں حقیقی فلاح ہے

شجاع الدین شیخ

مسائل میں گھری ہوئی امت کے لیے اُسوۂ رسول ﷺ میں حقیقی فلاح ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ ماہ ربیع الاوّل میں سیرت کانفرنسز اور محافل نعت کا انعقاد یقیناً قابل تحسین ہے اور اگرچہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور حضور ﷺ کی ثنا مطلوب ہے اور عبادت کا جزو بھی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام صرف مذہبی رسومات کی ادائیگی کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے لہٰذا جب تک اس پر مکمل طور پر عمل نہیں کیا جاتا مسلمان دنیوی عزت و وقار اور اُخروی نجات حاصل نہیں کر سکیں گے۔ مسلمانوں کو نبی اکرم ﷺ کی مبارک سیرت اور اسوہ پر اپنی نگاہیں مرکوز کرنا ہوں گی اور آپ ﷺ کے مشن کو اپنانا ہوگا اور یہ دیکھنا ہوگا کہ آپ ﷺ نے اعلانِ نبوت سے لے کر تا حیاتِ دُنیوی کس مشن پر مسلسل عمل کیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس حوالے سے دو آراء ممکن ہی نہیں کہ آپ ﷺ نے مسلسل 23 سال تک اُس دین کو قائم و نافذ کرنے کی شب و روز جدوجہد کی جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم دیا تھا۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے لوگوں سے یہ گواہی حاصل کی کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داری کو احسن ترین طریقہ سے ادا کر دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اب امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس دین کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچادے۔ آج ہماری ذلت و رسوائی کی وجہ یہ ہے کہ وہ ذمہ داری جو ہمیں سونپی گئی تھی ہم اُسے ادا کرنے میں بُری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ ہمیں یقینِ واثق ہے کہ اگر آج بھی خلوص اور جانفشانی سے دینِ اسلام کے نفاذ کی کوشش کی جائے تو اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی عطا فرمائے گا اور ہم ایک بار پھر اس دنیا کی قیادت کریں گے اور یہ ہماری اُخروی نجات کا ذریعہ بھی بنے گا۔ ان شاء اللہ!

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرنا اطاعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم کی پیروی کرنا اتباع ہے۔ اللہ نے نماز کا حکم دیا لیکن طریقہ رسول اللہ ﷺ بتائیں گے۔ پھر اللہ فرماتا ہے: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾ (النساء:80) ''جس نے اطاعت کی رسول کی اُس نے اطاعت کی اللہ کی۔''

اللہ کی اطاعت کا نمونہ رسول اللہ ﷺ سے ملے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی اطاعت سے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کی اتباع کا مطالبہ کرتا ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی اتباع کو اللہ اپنی محبت کا لٹمس ٹیسٹ قرار دیتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ﴾ (آل عمران:31) ''(اے نبی ﷺ) کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔''

اتباع زندگی کے تمام گوشوں میں ضروری ہے۔ ایک ایک گوشے میں بندہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی کوشش کرے۔ یہ رسول اللہ ﷺ اور اللہ سے محبت کا تقاضا ہے۔ آج معاشرے میں بے حیا اور بدکار قسم کے اداکاروں اور اداکاراؤں اور ماڈلز وغیرہ کو رول ماڈل بنا کر ان کے ہر ہر عمل کی پیروی کو جدت پسندی سمجھ لیا گیا ہے۔ اُمت مسلمہ کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے کہ جس ہستی کو رب کائنات نے اُسوۂ حسنہ بنایا اُن کی اتباع ہم کتنی کر رہے ہیں؟ ارشاد ہوتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: 21) ''(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے۔''

اگر ہمارے دل میں رسول ﷺ کی محبت ہوگی تو ہم لازماً آپ ﷺ کی پیروی کر رہے ہوں گے۔ ورنہ معاملہ برعکس ہوگا۔

(2) رسول اللہ ﷺ کی توقیر و تعظیم

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

''اے اہل ایمان! اپنی آواز کبھی بلند نہ کرنا نبی (ﷺ) کی آواز پر اور نہ انہیں اس طرح آواز دے کر پکارنا جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلند آواز سے پکارتے ہو مبادا تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔'' (الحجرات:2)

یہ قرآن کریم کا حساس ترین مقام ہے جو سختی سے جھنجوڑ رہا ہے کہ دنیا کے کسی بھی شخص کے متعلق کلام کریں مگر جب انبیاء کی بات آئے تو احتیاط کریں اور جب حضور ﷺ کی بات آئے تو معاملہ اور بھی حساس ہو جاتا ہے۔ تمہاری آواز بھی حضور ﷺ کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے۔ یہ آپ ﷺ کے ادب کا تقاضا ہے۔ اگر اس کا خیال نہیں رکھا تو تمام نیکیاں برباد ہو جائیں گی۔ کہاں یہ کہ کوئی آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے اُس کے لیے تو اللہ کا سخت ترین عذاب ہوگا۔ آج ہمارے معاشرے میں بڑے عامیانہ انداز میں اللہ کے رسول ﷺ کی سنتوں کا مذاق اُڑا دیا جاتا ہے۔ خدارا! ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے گھروں میں اپنے بچوں کی اس حوالے سے تربیت کریں، حضور ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کے احسانات کو اُن کے دلوں میں اجاگر کریں تاکہ وہ ان گستاخیوں سے بچیں جن کی وجہ سے آج بچے اپنے عقیدہ اور ایمان سے بھی ہاتھ دھو رہے ہیں۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

(3) رسول اللہ ﷺ کی نصرت

آپ ﷺ کی نصرت یہ ہے کہ جس مقصد اور مشن کے لیے آپ ﷺ نے اپنی زندگی لگادی، قربانیاں پیش کیں، اپنے پیاروں کو کھویا، اپنا خون بہایا، اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کیں اُس کے لیے اُمتی اپنی جان، مال اور وقت لگائیں۔ صاف لفظوں میں اللہ کے دین کی مدد آپ ﷺ کی مدد ہے اور ہم اللہ کے دین کی مدد کریں گے تو اللہ کی مدد ہمارے بھی شامل حال ہوگی۔ آج اس مملکت خداداد پاکستان کے مسائل کیوں حل نہیں ہو رہے؟ صرف اس لیے کہ اللہ کی نصرت ہمارے ساتھ نہیں۔ کوئی کافر بن کر دنیا لینا چاہے تو لے لے، مل جائے گی، فرعون اور قارون کو بھی مل گئی تھی۔ مگر ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

مسلمان کو دنیا تب ملے گی جب وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ وفاداری نبھائے گا۔ اللہ بے نیاز ہے۔ جب چاہے دین کو غالب کر دے مگر اُس نے یہ دنیا ہمارے امتحان کے لیے بنائی ہے کہ ہمارا دعویٰ ایمان سچا ہے یا جھوٹا، اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کے ہمارے دعوے سچے ہیں یا جھوٹے۔ اللہ پکارتا ہے:

''اے اہل ایمان! تم اللہ کے مددگار بن جاؤ جیسے کہا تھا عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے 'کون ہے میرا مددگار اللہ کی طرف؟ حواریوں نے کہا کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار!'' (الصف:14)

اللہ کو کسی مدد کی ضرورت نہیں ہے وہ تو صرف ہمیں آزما رہا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے مشن میں شامل ہونا رسول اللہ ﷺ کی نصرت ہے۔ دنیا کے اس امتحان میں کامیاب وہی ہوں گے جو اس مشن کا ساتھ دیں گے۔ آج بحیثیت اُمتی یہ ذمہ داری ہمارے کندھوں پر ہے۔ کل قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے، کیا جواب دیں گے؟ بقول الطاف حسین حالی ؎

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

آج ہمیں ہر بات کی فکر ہے لیکن کیا اللہ کے رسول ﷺ کے مشن کی بھی فکر ہے؟ حالانکہ اس مشن کی کامیابی پر اللہ کا وعدہ یہ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾ (محمد) ''اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔''

آج ہمارے قدم کیوں اُکھڑ چکے ہیں، معاشی اور سیاسی لحاظ سے ستیاناس کیوں ہے؟ ملکی سلامتی کیوں داؤ پر لگی ہوئی ہے؟ یہی بات دوسرے مقام پر اللہ فرماتا ہے: ﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ﴾ (آل عمران:160) ''(اے مسلمانو! دیکھو) اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔''

آج پوری دنیا میں ہم مسلمان مغلوب ہیں۔ کیونکہ ہم نے اللہ کے دین کو بے سہارا چھوڑ دیا ہے۔ ہم نے امریکی امداد کے سہارے چل کر بھی دیکھ لیا، چین، سعودی عرب سب کے سامنے ہاتھ پھیلا لیے لیکن کیا ہوا؟ جب اللہ کی نصرت ہی منہ موڑ لے تو کون ہماری مدد کر سکے گا؟ لیکن اگر ہم اللہ کے دین کی مدد کریں گے تو اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ہماری مدد کرے گا۔ اللہ کے دین کی صرف دعوت دینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے نفاذ کی کوشش کرنا ہر امتی کے فرائض میں شامل ہے۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت کا حوالہ بھی بار بار آتا ہے: ﴿اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ﴾ (آیت:13)

''کہ قائم کرو دین کو۔ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔''

اس نصرت کے تناظر میں اللہ کے رسول ﷺ کی بڑی پیاری حدیث ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے کاش میری ملاقات میرے بھائیوں سے ہو جائے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں، تم میرے اصحاب ہو، لیکن

میں ان سے ملنا چاہتا ہوں جو تمہارے بعد آئیں گے، مجھ پر ایمان لائیں گے جیسے تم ایمان لائے ہو۔ میری تصدیق کریں گے جیسے تم نے میری تصدیق کی ہے اور وہ میری اسی طرح مدد کریں گے جیسے تم نے میری مدد کی ہے۔''

ہم دعا کرتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ کا دیدار اور شفاعت نصیب ہو۔ وہاں حضور ﷺ تمنا کر رہے ہیں ہم سے ملاقات کی۔ لیکن شرائط کیا ہیں؟ ہم ایسے ایمان لائیں، ایسے تصدیق کریں، ایسے آپ ﷺ کی مدد کریں جیسے صحابہ کرامؓ نے کی تھی۔ صحابہ کرامؓ نے تو اپنی زندگیاں آپ ﷺ کے مشن کے لیے کھپا دی تھیں، گھر بار کھپا دیے تھے۔ آج ہم آپ ﷺ کی مدد اور نصرت کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ کیا آج رسول اللہ ﷺ سے ملاقات اور آپ ﷺ کی شفاعت ہماری ترجیحات میں شامل ہیں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو غم زدہ دیکھا تو پوچھا: کیوں روتے ہو؟ عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ یہ بات پریشان کرتی ہے پتا نہیں جنت ملے گی یا نہیں ملے گی اور اللہ نے فضل فرما کر جنت عطا فرما دی تو پتا نہیں آپ ﷺ کا ساتھ نصیب ہوگا یا نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ تو بلند مقام پر فائز ہوں گے۔ تب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

''اور جو کوئی اطاعت کرے گا اللہ کی اور رسولؐ کی تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں معیت حاصل ہوگی اُن کی جن پر اللہ کا انعام ہوا' یعنی انبیاء کرام' صدیقین' شہداء اور صالحین۔ اور کیا ہی اچھے ہیں یہ لوگ رفاقت کے لیے۔'' (النساء:69)

صحابہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول پر جتنی خوشی ہمیں ہوئی اتنی پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے کہ اگر اس دنیا میں ہم رسول اللہ ﷺ کی مدد دین کے معاملے میں کریں گے تو آخرت میں آپ ﷺ کی رفاقت نصیب ہوگی۔ کیا آج ہماری یہ ترجیح ہے؟

(4) اتباعِ قرآن

چوتھی بات زیر مطالعہ آیت میں یہ بیان ہوئی کہ وہ قرآن کی اتباع کریں گے۔ یعنی قرآن کے احکامات کا نفاذ کریں گے، قرآن کی تعلیمات پر خود بھی عمل پیرا ہوں گے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اسی قرآن کے ذریعے تذکیر و تبلیغ کا اہتمام کیا تھا، اس کے نفاذ کے لیے جدوجہد کی تھی، یہی آپ ﷺ کی زندگی کا مشن تھا۔ ختم نبوت کے بعد یہ ذمہ داری اس اُمت کے کندھوں پر ہے۔ لہٰذا جو بھی اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ سے محبت کے دعویدار ہیں وہ اس مشن میں آپ ﷺ کی مدد کریں گے۔ آخر میں فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (الاعراف) ''وہی لوگ ہوں گے فلاح پانے والے۔''

اللہ کی جنت سستی نہیں ہے۔ محض گھر بیٹھے آن لائن آرڈر پہ نہیں ملے گی۔ رسول اللہ ﷺ کے اُمتی ہیں تو آپ ﷺ سے تعلق کے ان تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے تب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو یہ کریں گے وہی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں میں ہم سب کو شامل فرمائے۔ آمین!

گوشۂ انسدادِ سود

(گزشتہ سے پیوستہ)

اس جواب کے موصول ہونے پر 28 جولائی 2013ء کو خالد محمود عباسی (تنظیم اسلامی کے ایک سابقہ ذمہ دار) کی جانب ہی سے ایک دوسری درخواست بعنوان:

"Petition under article 203-D of the Constitution of Pakistan 1973"

دائر کی گئی جو کہ ایک آئینی درخواست تھی جو فیڈرل شریعت کورٹ میں آئین کے سیکشن Interest being against the injunction of Islam/CPC-34 کے تحت تھی۔ اس درخواست میں پاکستان کے آئینی تشخص اور ریاست پاکستان کی آئینی ذمہ داریوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ استدعا کی گئی تھی:

"In this spirit that this petition is being filed and the petitioner believes that Allah and Prophet Muhammad (S.A.W(will be pleased with all those who will strive to achieve this noble case and will be displeased who will show reluctant in the matter.

It is therefore, respectfull prayed that a declaration may be made to the effect that interest(Ribah(in all its forms is Haram/prohibited in Islam and the Government of Pakistan may be directed to take prompt measures for the eradication of the evil of(Ribah(interest from the Islamic Republic of Pakistan."

اس petition کے دائر کیے جانے کے نتیجے میں فیڈرل شریعت کورٹ نے 26 ستمبر 2013ء کو اپنے مراسلے میں یہ petition برائے سماعت قبول کر لی اور 22 اکتوبر 2013ء کی تاریخ برائے ابتدائی سماعت دے دی اور اس جیسی دوسری متعدد درخواستوں کو یکجا کرتے ہوئے مشترکہ طور پر تمام کیسز سننے کا عندیہ ظاہر کیا۔

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 524 دن گزر چکے!

امریکہ نے BRI اور سی پیک کا راستہ روکنے کے لیے IMEC کی بنیاد رکھی ہے، امریکی سفیر کی سرکاری ملازمین سے ملاقات سے ظاہر ہوتا ہے اب امریکی ہماری گورننس میں بھی داخل ہو گئے ہیں: ایوب بیگ مرزا

انڈیا نے کینیڈا میں سکھ رہنما کو قتل کرکے خود کو دوسرا اسرائیل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے: رضاء الحق

انڈیا، کینیڈا سفارتی تنازعہ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: ہردیپ سنگھ جو خالصتان کا حامی سکھ رہنما تھا کینیڈا میں اس کا قتل ہوا اس پر controversy اس حد تک بڑھی کہ کینیڈا اور بھارت نے ایک دوسرے کے سفارتکاروں کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا۔ کینیڈین وزیراعظم نے کہا کہ میں نے جی 20 اجلاس میں نریندر مودی سے بطور خاص اس معاملے کو حل کرنے کے لیے کہا تھا اور ان کو تمام حقائق سے باخبر کیا تھا۔ اب یہ سفارتی تنازعہ ایک سیاسی تنازعہ میں بدل چکا ہے۔ آپ کو یہ معاملہ کس طرف جاتا ہوا نظر آرہا ہے؟

رضاء الحق: 18 جون 2023ء کو کینیڈا میں مقیم خالصتان تحریک کے ایک سکھ رہنما ہردیپ سنگھ کو گردوارے کے سامنے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ کینیڈا میں مقیم غیرملکیوں میں سکھ سب سے زیادہ ہیں اور وہ خالصتان کے حق میں ریفرنڈم بھی کرواتے رہتے ہیں۔ وہاں ان کو عوام کی حمایت بھی حاصل ہے اور وہ کینیڈا کی پارلیمنٹ کا بھی حصہ ہیں۔ لہٰذا کافی حد تک وہ کینیڈا کی پالیسیوں پر اثر انداز ہو چکے ہیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگا لیں کہ کینیڈا کے وزیراعظم نے جی ٹوئنٹی کانفرنس میں نریندر مودی سے بطور خاص سکھ رہنما کے قتل کے حوالے سے بات کی۔ یہ خبر بھی سامنے آئی کہ کینیڈین انٹیلی جنس کے سربراہ نے انڈیا کا دورہ کیا اور را کے سربراہ سے اس حوالے سے بڑی تفصیلی ملاقات کی۔ سکھ رہنما کے قتل کے حوالے سے سارے ثبوت کینیڈین وزیراعظم کو پیش کیے گئے۔ کینیڈین وزیراعظم نے جی ٹوئنٹی کانفرنس سے واپس جا کر اپنی پارلیمنٹ سے خطاب کے دوران باقاعدہ سکھ رہنما کے قتل کے حوالے سے پالیسی بیان جاری کیا۔ میرے خیال میں انڈیا نے بھی اسرائیل کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وہی کام شروع کیا ہے جو اسرائیل کرتا ہے کہ اس کی انٹیلی جنس ایجنسی دوسرے ممالک میں جا کر ٹارگٹ کلنگ کرتی ہے۔ جیسا کہ سات سال پہلے اسرائیلی انٹیلی جنس نے فرانس میں جا کر چار لوگوں کو قتل کیا۔ اسرائیل کا امریکہ سمیت بڑی طاقتوں پر اور عالمی میڈیا پر اثر و رسوخ زیادہ ہے جس کی وجہ سے اس کے جرائم پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ اسی طرح انڈیا بھی من مانی کر رہا ہے۔ لیکن انڈیا خود کو overestimate کر رہا ہے۔ بہرحال جب کینیڈا نے احتجاجاً انڈین سفارتکاروں کو بے دخل کیا تو

مرتب: محمد رفیق چودھری

جواباً انڈیا نے بھی کینیڈین سفارتکاروں کو نکال دیا۔ انڈیا اور کینیڈا کے درمیان تجارتی معاہدے بھی تقریباً معطل ہو چکے ہیں۔ حالات یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ کینیڈا کی حمایت میں امریکہ، برطانیہ اور آسٹریلیا جیسے ملک بھی کھڑے ہو گئے ہیں۔ امریکہ نے واقعہ پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے واضح کہا ہے کہ ذمہ داروں کو پکڑ کر سزا دی جائے۔ اس میں شک نہیں کہ انڈیا اس وقت عالمی طاقتوں کا چہیتا بنا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود ایسا لگتا ہے کہ اس واقعہ کی بنیاد پر انڈیا کے خلاف آواز ضرور اُٹھے گی اور شاید عالمی طاقتیں اپنے مفادات کے حصول کے لیے انڈیا کو بلیک میل بھی کر سکتی ہیں۔ میری رائے میں انڈیا کو سمجھ جانا چاہیے کہ مغرب کا مہرا بن کر وہ کبھی صف اول کی طاقتوں میں شمار نہیں ہو سکے گا، مغربی طاقتیں اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتی رہیں گی، انڈیا اسرائیل کبھی نہیں بن سکتا۔ جہاں تک ہردیپ سنگھ قتل کا معاملہ ہے تو اندازہ یہی ہے کہ بالآخر مغرب اپنے مفادات کے تحت اس معاملے کو دبا دے گا۔

سوال: جی 20 کے سربراہی اجلاس میں بہت سے ممالک کے سربراہ شریک ہوئے جن میں مسلم ممالک کے سربراہان بھی شامل تھے۔ کہا جا رہا ہے کہ اس اجلاس میں ایک نیا اکانومک ورلڈ آرڈر ترتیب دینے کی کوشش کی گئی۔ آپ کے خیال میں انڈیا نے اس کانفرنس سے کیا کیا فوائد حاصل کیے؟

ایوب بیگ مرزا: واقعتاً ایک نیا اکنامک ورلڈ آرڈر دنیا کو دیا گیا جسے IMEC کہا جا رہا ہے۔ یعنی انڈیا مڈل ایسٹ یورپ معاشی کوریڈور۔ پہلے اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ اصل میں امریکہ اور چین کے درمیان سرد جنگ اپنے عروج پر ہے۔ چین ہر صورت میں نمبر ون اکنامک پاور کے ساتھ ساتھ دفاعی طاقت بھی بننا چاہتا ہے۔ اس نے چند سال قبل BRI اور سی پیک جیسے اقتصادی منصوبوں کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کا راستہ روکنے کے لیے امریکہ اور انڈیا نے مل کر IMEC کی بنیاد رکھی ہے۔ کیونکہ امریکہ سمجھتا تھا کہ BRI اور سی پیک کے ذریعے چین کے تعلقات دیگر ممالک کے ساتھ مضبوط تر ہو جائیں گے اور وہ ایک بڑی اقتصادی پاور بن جائے گا۔ لہٰذا اس کا توڑ اس انداز میں نکالا گیا کہ ایک نیا اکانومک ورلڈ آرڈر دیا جائے جو اس کے مقابلے کا ہو۔ بھارت اس سے بہت سارے فوائد اُٹھائے گا۔ 2024ء میں بھارت میں الیکشن ہونے جا رہے ہیں لہٰذا مودی نے جی 20 کانفرنس انڈیا میں منعقد کروا کر اپنی سیاسی پوزیشن مضبوط کر لی ہے جس کا فائدہ اسے الیکشن میں ہوگا۔ جہاں تک انڈیا کے صف اول کے ممالک میں شامل ہونے کی بات ہے تو انڈیا ابھی اس

سے کافی دور ہے البتہ وہ ایسا ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بڑی طاقت بن چکا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کو بعض عالمی طاقتوں کی پشت پناہی اور مدد بھی حاصل ہے۔ البتہ اس میں خود انڈیا کے تھنک ٹینکس کا بھی بڑا رول ہے کہ انہوں نے انڈیا کو ترقی کے راستے پر گامزن کیا ہے۔ دنیا کی بیشتر ملٹی نیشنل اور بڑی کمپنیوں کے اعلیٰ عہدیدار ہندو ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں انڈیا تیز رفتاری کے ساتھ ترقی بھی کر رہا ہے اور اپنی پوزیشن بھی بنا رہا ہے۔ 1970ء کی دہائی میں جب امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان مقابلہ تھا تو اس وقت امریکہ نے اپنی پوزیشن بنانے کے لیے چاند پر مشن بھیجا تھا۔ آج انڈیا نے بھی اسی طرح چاند پر اپنا راکٹ بھیجا ہے تاکہ دنیا کو بتا سکے کہ وہ ایک عالمی قوت بننے جا رہا ہے لیکن میرے خیال میں ابھی اس کا طاقت بننا بہت دور کا معاملہ ہے۔

سوال: IMEC کی پوری تفصیلات کیا ہیں اور واقعتاً BRI اور CPEC کا توڑ ثابت ہوسکتا ہے؟

رضاء الحق: IMEC کے ابتدائی مرحلے میں I2U2 کے نام سے ایک اتحاد بنا تھا۔ اس میں انڈیا، اسرائیل، UAE اور امریکہ شامل تھے۔ انہوں نے مل کر BRI اور CPEC کے مقابلے میں ایک اکانومک کوریڈور کا آئیڈیا پاس کیا تھا۔ پھر مارچ 2023ء ایران اور سعودی عرب کے درمیان تعلقات کی بحالی نے مشرق وسطیٰ میں نئے تجارتی راستے کھول دیے۔ روس کو بھی موقع مل گیا کہ وہ بذریعہ ایران خلیجی ممالک کے ساتھ تعلقات بڑھائے۔ اب IMEC بھی اسی طرح کی ایک کوشش ہے۔ مئی 2023ء میں امریکہ، انڈیا اور متحدہ عرب امارات کے مشیران برائے قومی سلامتی نے محمد بن سلمان سے ملاقات کی جس میں یہ طے پایا کہ انڈیا اور مشرق وسطیٰ کے درمیان ایک تجارتی Link بنایا جائے۔ اسی طرح G7 ممالک اور یورپی یونین نے بھی دو سال قبل PGII (پارٹنر شپ آف گلوبل انفراسٹرکچر اینڈ انوسٹمنٹ) کے نام سے BRI کے متبادل کے طور پر ایک منصوبے کا آغاز کیا تھا جس میں 600 بلین ڈالرز افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں بندرگاہوں، ریلوے ٹریکس وغیرہ پر خرچ کیے گئے تھے کہ ایک تجارتی سپلائی لائن بنائی جائے۔ اسی طرح کی پشت پناہی IMEC میں بھی شامل ہے۔

IMEC کے دو حصے ہیں۔ ایک مشرقی راہداری ہے جو بھارت کو خلیجی ممالک سے ملاتی ہے، دوسری شمالی راہداری ہے جو خلیجی ممالک کو یورپ سے ملاتی ہے۔ اس ساری صورتحال میں میرا نہیں خیال کہ آئندہ کوئی بھی ٹریڈ روٹ محفوظ رہ سکے گا۔ یہ ساری تجارتی راہداریاں کشیدگی اور جنگوں کی نذر ہو جائیں گی۔ اس وقت روس یوکرائن جنگ کی وجہ سے کشیدگی ہے، جنوبی ایشیا میں بھارت اور چین کے درمیان کشیدگی ہے، امریکہ اور چائنا کے درمیان کشیدگی ہے، مشرق وسطی میں اسرائیل اپنے توسیع پسندانہ عزائم رکھتا ہے۔ سعودیہ ایران کشیدگی اگرچہ تھم چکی ہے لیکن کسی وقت بھی آگ دوبارہ بھڑکائی جا سکتی ہے۔ امریکہ ہمیشہ جنگوں میں ملوث رہا ہے اور اب بھی وہ بعض جگہوں پر ملوث ہے۔ وہ جان چکا ہے کہ مستقبل میں ایشیا جنگوں کا مرکز بنے گا۔ اس لیے اپنی بساط یہاں بچھا

> **مودی کا بھارت کبھی تمام شہریوں کو مساوی حقوق نہیں دے پائے گا اور نتیجہ میں بالآخر بھارت کے ٹکڑے ہو جائیں**

رہا ہے۔ ان حالات میں یہ تجارتی رہداریاں مستقل نہیں چل سکتیں۔ چین کی پالیسی یہ ہے کہ جہاں جہاں ممکن ہے وہاں انوسٹمنٹ بڑھاؤ، زمینیں اور اثاثے خریدو، بحری اڈے بناؤ۔ جبکہ دوسری طرف امریکہ IMEC کے ذریعے چین کے راستے میں رکاوٹ بن رہا ہے کہ ایسا روڈ میپ دے جو مستقبل میں شاید مکمل نہ ہو لیکن وہ سی پیک سے متصادم ہو اور مختلف ممالک الجھن کا شکار ہو جائیں۔ آپ نے دیکھا کہ چین سی پیک کے حوالے سے جس طرح پہلے پاکستان کو آن بورڈ لے رہا تھا اب نہیں لے رہا۔ اگرچہ اس نے افغانستان میں اپنا اثر و رسوخ بڑھایا ہے لیکن وہ جان چکا ہے کہ موجودہ جیو اکانومک اور جیو سٹریٹجک حالات میں طویل مدتی تجارتی منصوبہ شاید موزوں نہ ہو۔ لہٰذا وہ جہاں جہاں سے ممکن ہے فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ IMEC کے ذریعے کوشش کی جائے گی کہ اس کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کی جائے۔

سوال: جی 20 اجلاس سے پہلے ایک نیا شوشہ چھوڑا گیا کہ انڈیا کا نام بھارت رکھا جائے گا۔ اس حوالے سے انڈین پارلیمنٹ کا اجلاس بھی ہوا جس میں اس حوالے سے آئینی ترمیم پر بحث ہوئی۔ اس نئے شوشے کا انڈیا کو کیا فائدہ ہوگا اور انڈیا بھارت بن کے کیا گل کھلائے گا؟

ایوب بیگ مرزا: انڈیا کے آئین کی پہلی شق میں ہی یہ لکھا ہے کہ: India, that is Bharat, shall be a Union of States میں کوئی آئینی ماہر تو نہیں لیکن میرا نہیں خیال کہ اس کے بعد انڈیا کو کسی آئینی ترمیم کی ضرورت پڑے گی کیونکہ وہ پہلے سے بھارت ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ نریندر مودی ایسی اٹکھیلیاں کیوں کر رہا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ بھارت میں آئندہ انتخابات چند ماہ میں ہونے جا رہے ہیں اور اس مرحلے پر بی جے پی ایک مرتبہ پھر اپنے داؤ پیچ چلا رہی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مودی نے ہمیشہ مذہبی کارڈ کھیلا ہے۔ انڈیا میں 70 فیصد ہندو ہیں۔ اگر 30 فیصد کو ناراض کر کے 70 فیصد کی حمایت حاصل ہو جائے تو آسانی سے الیکشن جیتا جا سکتا ہے۔ اب نریندر مودی اسی رُخ پر مزید آگے بڑھ رہا ہے اور انڈیا کو مذہبی شناخت دینا چاہتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ماضی میں بھی ہندوستان کو اس کا نقصان ہوا ہے اور مستقبل میں بھی ہوگا۔

سوال: سیاسی طور پر ہوسکتا ہے اس کا نقصان ہو لیکن ابھی تک مودی کو حکومت کرنے کا جتنا موقع ملا ہے اس میں اس نے کشمیر کی خصوصی حیثیت کو ختم کیا، بابری مسجد کی جگہ رام مندر بنایا جس کا جنوری 2024ء میں افتتاح ہونے جا رہا ہے۔ گاؤ رکھشا کے نام پر قانون سازی کی، مسلمانوں کو کارنر کیا، یہ سارے کام کر کے انہوں نے ہندو اکثریت کے دل تو جیت لیے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: بالکل! آپ نے بجا فرمایا۔ اب آئین سے انہوں نے سیکولر اور سوشلسٹ کے الفاظ نکال دیے ہیں۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ انڈیا ایک کٹر ہندو ریاست بننے جا رہا ہے۔ اسے سُوئے اتفاق کہیے کہ انڈیا سیکولرازم کے نعرے کی بنیاد پر بنا تھا جبکہ پاکستان مذہب کی بنیاد پر بنا تھا لیکن اب انڈیا کٹر مذہبی ریاست بن رہا ہے جبکہ پاکستان سیکولر سٹیٹ بن چکا ہے۔ پاکستان اپنے نظریہ سے ہٹ کر نقصان میں جا چکا ہے جبکہ انڈیا بھی اپنے نظریہ سے ہٹنے کی وجہ سے جلد یا بدیر نقصان ضرور اُٹھائے گا۔

سوال: انڈیا کا رجحان اگر مذہب کی طرف بڑھ رہا ہے تو آپ کے خیال میں وہ نقصان میں جائے گا جبکہ دوسری طرف آپ کا کہنا ہے کہ ہم مذہب سے دور ہو کر نقصان اُٹھا رہے ہیں۔ یہ کیسا تضاد ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جو ملک بھی جس نظریہ کی بنیاد پر بنا ہے وہ اُسی نظریہ پر چل کر قائم رہ سکتا ہے۔ عمارت وہی مضبوط

ہوتی ہے جو اپنی بنیاد پر قائم رہے۔ ہم مذہب کی بنیاد پر ایک قوم بنے تھے، بنیاد سے تھوڑا ہٹے تو 1971ء میں آدھا ملک کھو دیا۔ اسی طرح اگر ہندوستان بھی اپنے نظریہ سے ہٹ رہا ہے تو وہ بھی نقصان اُٹھائے گا۔ ہم اگر مذہب کی طرف لوٹیں گے تو گویا اپنی بنیاد کی طرف لوٹیں گے اور اس طرح ہم مضبوط ہوں گے۔

رضاء الحق: ایک بنیادی فرق اور بھی ہے۔ ہم جب مذہب کی بنیاد پر ریاست کی بات کرتے ہیں تو اس سے ہماری مراد اسلامی فلاحی ریاست ہوتی ہے جو کہ نظام عدل اجتماعی کی حامل ریاست ہوتی ہے۔ اس میں تمام انسانوں کے لیے حقوق اور عدل میسر ہوتا ہے۔ ہندو جب اپنی مذہبی ریاست کی بات کرتا ہے تو اس سے مراد ہندوتوا کی بالادستی ہوتی ہے جس میں سارے حقوق ہندو مذہبی طبقہ کے پاس ہوتے ہیں جبکہ باقی انسانوں کو کاسٹ سسٹم کے تحت مساویانہ حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا مودی جو ہندو ریاست بنانے جا رہا ہے وہ کبھی ہر طبقہ کو حقوق اور انصاف فراہم نہیں کر سکے گی اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا ایک مرتبہ پھر ہندوستان ٹکڑے ہو جائے گا۔

سوال: انڈیا اس وقت نریندر مودی کی قیادت میں ایک عالمی طاقت کے طور پہ ابھر رہا ہے، بڑا نمایاں مقام حاصل کر رہا ہے اور مختلف فیلڈز میں کافی آگے جا چکا ہے۔ آپ یہ بتائیے کہ کیا واقعی جی 20 اجلاس مودی کا الیکشن stunt تھا اور اس کا نریندر مودی کو کوئی فائدہ ہوگا؟

رضاء الحق: نریندر مودی یقیناً فائدہ اُٹھائے گا۔ اس وقت انڈیا مغربی طاقتوں کے لیے انتہائی اہم ٹول بن چکا ہے۔ وہ اس کو بیساکھیاں بھی فراہم کرتے ہیں، اس کے ساتھ عالمی معاہدے بھی ہو رہے ہیں، خلیجی ممالک کے ساتھ تعلقات بڑھانے میں بھی امریکہ اور یورپ نے بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اسرائیل کے ساتھ بھی بھارت کے تعلقات بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ دنیا کے کئی اقتصادی بلاکس میں انڈیا شامل ہے۔ اس وقت دنیا کی پانچویں بڑی اکانومی بھارت کی ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اس کی اکانومی کا حجم 3.4 کھرب ڈالر ہے۔ جبکہ چین کی اکانومی کا حجم 18.5 کھرب ڈالر ہے۔ چین اس وقت بھارت کے لیے سب سے بڑا چیلنج ہے اور وہ عالمی پلیئر کے طور پر یہ سوچ رکھتا ہے کہ وہ ایک گلوبل پاور بن جائے۔ جبکہ بھارت نے کبھی گلوبل پاور بننے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس کا زیادہ سے زیادہ ہدف ہندوتوا کا بھارت ہے۔ یہ دیو مالائی تصور کبھی حقیقت میں نہیں بدل سکتا۔ کیونکہ ظلم اور ناانصافی کی بنیاد پر کوئی ریاست قائم نہیں رہ سکتی۔ آپ دیکھ لیں 2014ء کے بعد جب سے مودی حکومت بنی ہے وہاں انسانی حقوق کی مسلسل خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں اور یہ سلسلہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ آخر یہ لاوا پھٹ جائے گا۔

جب سے مسلمانوں کی اجتماعیت ختم ہوئی ہے تو وہ تقسیم ہو کر ذاتی و ملکی مفادات کے تابع ہو گئے ہیں اور امتِ مسلمہ کے تحفظ کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں۔

سوال: پاکستان میں آج کل امریکی سفیر بہت متحرک نظر آ رہے ہیں۔ اس پر بعض تجزیہ نگار بڑی تشویش کا اظہار کر رہے ہیں، آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: امریکی سفیر پہلی دفعہ گوادر گیا ہے۔ حالانکہ امریکہ کا کم از کم سرکاری سطح پر گوادر میں کوئی stake نہیں ہے جبکہ وہاں چین نے بہت سرمایہ لگایا ہے۔ اس پر چین نے بھی تشویش کا اظہار کیا ہے۔

سوال: کیا گوادر کوئی خفیہ پروجیکٹ ہے پاکستان کا کہ وہاں کوئی نہیں جا سکتا؟

ایوب بیگ مرزا: خفیہ پروجیکٹ کا سوال نہیں ہے بلکہ سوال یہ ہے وہاں امریکہ کے سٹیکس نہیں ہیں بلکہ اس کے مخالف چین کے سٹیکس بہت زیادہ ہیں۔ وہاں امریکی سفیر کا بلاوجہ جانا کئی سوالات اُٹھاتا ہے۔

سوال: ہم چین کے ساتھ معاہدے کی ساری تفصیلات IMF کو دے چکے ہیں تو سفیر کے وہاں جانے پر ہمیں اعتراض کیوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اعتراض اس لیے ہے کہ چین کے ساتھ پاکستان کا معاہدہ ہے اور امریکی سفیر وہاں جا کر یہ پیغام دے رہا ہے کہ اب پاکستان کی گردن امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔ 76 سال میں پہلی دفعہ یہ ہو رہا ہے کہ امریکی سفیر سرکاری ملازمین سے مل رہا ہے۔ حالانکہ ایک آزاد ملک کے رولز میں کوئی سفیر صرف ہیڈ آف دی سٹیٹ سے مل سکتا ہے۔ لیکن پاکستان میں امریکی سفیر آئی جی پولیس سے بھی مل رہا ہے۔ اس کا کیا مقصد ہے سوائے اس کے کہ فلاں کو پکڑ لو، فلاں کو چھوڑ دو؟ صدر پاکستان نے چیف الیکشن کمشنر کو بلایا، اُسی دن امریکی سفیر بھی الیکشن کمشنر کو ملنے جاتا ہے۔ ہمارا چیف الیکشن کمشنر صدر پاکستان سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیتا ہے جبکہ امریکی سفیر سے ملاقات کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ امریکی اب ہماری گورننس میں بھی داخل ہو چکے ہیں۔ وہ ظاہر کر رہے ہیں کہ پاکستان میں گورنمنٹ ہم چلا رہے ہیں۔ یہ ہمارے لیے بہت ہی تشویش ناک بات ہے۔

سوال: جی 20 اجلاس میں شرکت کرنے والے مسلم ممالک کے رہنماؤں کو کشمیر میں مسلمانوں کی نسل کشی نظر نہیں آتی؟ پھر یہ کہ انڈیا پاکستان کو چھوڑ کر دیگر مسلم ممالک سے ہی تعلقات کیوں بڑھا رہا ہے؟

رضاء الحق: حقیقت یہ ہے کہ جب سے مسلمانوں کی اجتماعیت ختم ہوئی ہے تو وہ تقسیم ہو کر ذاتی و ملکی مفادات کے تابع ہو گئے ہیں اور اُمت مسلمہ کے تحفظ کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں، اس وقت دنیا میں 57 مسلم ممالک ہیں۔ سب کے اپنے اپنے معاشی اور سیاسی مفادات ہیں۔ جہاں سے بھی ان کو مفادات ملیں وہ اُسی طرف رخ کرتے ہیں چاہے اسرائیل سے ملیں، بھارت سے ملیں یا امریکہ سے۔ انہیں مسلمانوں کے اجتماعی مفادات سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اسی وجہ سے آج دنیا میں جہاں بھی مسلمان ہیں وہ ظلم وستم کا شکار ہیں، ان کو دبایا جا رہا ہے، ان کو قتل کیا جا رہا ہے، مسلم خواتین کی عصمت دری کی جا رہی ہے، مسلمانوں کے ثقافتی ورثے کو ختم کیا جا رہا ہے۔ ان کی نسلوں کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کا تحفظ تب تک ہی ممکن تھا جب مسلمانوں کی اجتماعیت قائم تھی۔ یعنی خلافت کا نظام موجود تھا۔ اب صرف زبانی کلامی دعوے ہیں جیسا کہ ترکی کے صدر نے کشمیریوں کے حوالے سے بیان دیا لیکن دوسری طرف وہی ترکی کے صدر بھارت کی جی 20 کانفرنس میں شرکت بھی کر رہے ہیں۔ اسی طرح سعودی عرب کے Defacto سربراہ نے بھی وہاں شرکت کی۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک مسلمان اپنے اصل کی طرف نہیں لوٹیں گے تب تک ان کے مسائل کا حل ممکن نہیں۔ ہمیں متحد کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ) نے کیا تھا۔ دوبارہ بھی اسی بنیاد پر متحد ہو سکتے ہیں۔ کلمہ کو بنیاد بنائیں اور اس کی بنیاد پر جو نظام تھا اسی کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کریں۔

❁❁❁

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا انقلاب اور معاشرتی مساوات

سید اسعد گیلانی

حضور اکرم ﷺ کے برپا کردہ اسلامی انقلاب نے تمام انسانوں کو ایک سطح پر لا کر کھڑا کر دیا اور وہ سطح تھی انسانیت کی مساوی سطح، ابن آدم ہونے کی حیثیت سے آدمی کی سطح اور اللہ کا بندہ ہونے کی حیثیت سے بندگی کی سطح۔ یہ وہ مساوی اور برابری کی سطح تھی جس پر اس سے پہلے سارے انسانوں کو کبھی کھڑا نہیں کیا گیا تھا۔ حضور ﷺ کے انقلاب کا یہ حیرت انگیز معاشرتی اور انسانی پہلو تھا۔ پہلی بار آدم کے بیٹوں کو مساوی انسانی حقوق ملے تھے۔

جب سے انسان زمین پر آیا تھا، اس نے اپنی امتیازی شان بنانے کے لیے بیسیوں وجوہ امتیاز پیدا کر لیے تھے۔ سارے انسانوں کے پاس یکساں اعضاءِ انسانی تھے۔ ان کی عمومی قوتیں اور صلاحیتیں بھی برابر سی تھیں۔ عام حالات میں جس طرح کسی بکری کو دوسری بکریوں پر اور کسی شیر کو دوسرے شیروں پر فضیلت دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہو سکتی اسی طرح انسانوں میں بھی ایک انسان کو دوسرے انسان پر ترجیح و فضیلت کی بظاہر کوئی وجہ نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن اشرف المخلوقات انسان نے جہاں اور بہت سی پستیاں اپنے اندر قبول کیں، ان میں ایک یہ بھی تھی کہ وہ بتدریج ایک دوسرے کے مقابلے میں بلندی و پستی، فضیلت و عدم فضیلت اور امتیازات اعلیٰ و ادنیٰ کا شکار ہوتا چلا گیا، یہاں تک کہ بعض انسان دوسرے انسانوں کے مقابلے میں اپنی خدائی کے دعوے کرنے لگے۔ ذرا سی اجتماعی قوت و اختیار نصیب ہوا اور ذرا سا حکم چلنے کا امکان پیدا ہوا تو انسان اپنے بارے میں اس غلط فہمی میں پڑ گیا کہ وہ عام انسانوں سے فائق تر کوئی بہت بڑی شے تھا۔ وہ محسوس کرنے لگا کہ دوسرے انسان اس کے مقابلے میں بہت پستی اور ذلت کے مقام پر کھڑے تھے۔ پھر دوسرے انسانوں نے بھی اسے یہی یقین دلایا کہ واقعی اس میں ایسی خوبیاں موجود تھیں کہ دوسروں کے مقابلے میں اسے اشرف واعلیٰ و ارفع قرار دیا جائے۔

بتدریج اس شرف و رفعت کے لیے کئی پیمانے وضع ہوتے چلے گئے۔ خاندانی نسب کا شرف، نسل و خون کی رفعت، رنگ کی خوبی، قبیلہ کی بلندی، عہدہ و منصب کا امتیاز اور ان امتیازات کے زینے لگا لگا کر انسان نے بناوٹی طور پر اپنے آپ کو دوسروں سے بلند ثابت کرنے کی ہمیشہ کوشش کی۔ یہ شیطانی جاہلی جذبہ اس قدر قوی نکلا کہ انسان میں اوّل روز سے اس کے ساتھ ساتھ چلا آتا ہے اور جو بات ابلیسِ لعین آدم کے مقابلے میں کہہ کر مستقل طور پر راندا گیا تھا اُسی بات کی توقع انسان بھی رکھتا ہے کہ اس کی فضیلت کو تسلیم کیا جائے حالانکہ اپنی فضیلت کا ایسا ہی جھگڑا ابلیس نے بھی آدم کے بارے میں اپنے رب کے سامنے کیا تھا اور اس کی ابدی سزا بھگتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا تو فرشتوں سے کہا کہ اس نئی مخلوق کو جو مٹی سے بنائی گئی تھی، سجدہ کرو۔ اس حکم پر سارے ہی فرشتے سجدہ ریز ہو گئے۔ مگر اپنی بڑائی اور فضیلت کے گھمنڈ میں مبتلا ابلیس سجدے سے باز رہا اور انکار کر بیٹھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے ابلیس تجھے کیا چیز اس کو سجدہ کرنے سے مانع ہوئی جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ کیا تو بڑا بن رہا ہے یا تو ہے ہی کچھ اونچے درجے کی ہستیوں میں سے۔'' (ص:75)

اللہ تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں جو بات ابلیس نے کہی، وہی اس کائنات کی سب سے پہلی اور مہلک بیماری قرار پائی۔ یعنی تکبر و غرور۔

اس نے کہا ''میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔''

(آیت:76)

اس نسلی اظہار فضیلت کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اسی وقت جو فیصلہ فرمایا وہ یہ تھا:

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ''اچھا تو یہاں سے نکل جا، تو مردود ہے اور تیرے اوپر یوم الجزا تک میری لعنت ہے۔'' (ص:77)

اسلامی معاشرے میں سب انسان معاشرتی اور انسانی سطح پر برابر ہوتے ہیں اور کسی کو کسی دوسرے پر کوئی وجہِ امتیاز و فضیلت نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ الٰہی تعلیمات پر مبنی معاشرہ ہے۔ یہ وہ انقلابی تصورِ مساوات ہے جو حقیقی انسانی مساوات پر مبنی ہے۔ قرآن کی آمد سے پہلے کسی دیگر معاشرے کو مساواتِ انسانی کا یہ انقلابی تصور نصیب نہیں ہوا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اسلامی انقلاب کے ذریعے جو معاشرہ برپا کیا اس میں بنیادی حقوق کے اعتبار سے بھی تمام باشندوں میں مساوات تھی۔ نسل، رنگ، خون، زبان، خاندان یا ذات برادری کی بنا پر کوئی برتر یا کم تر نہ تھا۔ سب کے سب افراد مساوی حقوقِ انسانی سے بہرہ ور تھے۔ حق نصیحت سب کو حاصل تھا۔ تحریر، تقریر، اجتماع، ملکیت، کسب، تجارت، آبادکاری، سفر، عزت و آبرو، خلوت غرض وہ تمام انسانی حقوق جو انسان کو انسان ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائے ہیں حضور ﷺ کے برپا کردہ اسلامی معاشرے میں سارے باشندوں کو مساوی طور پر حاصل تھے۔

دوسروں کے مقابلے میں کسی کے بھی مفادات مخصوص اور محفوظ نہ تھے۔ سب افراد ریاست کے نزدیک برابر اور محترم تھے۔ سب کی ذمہ داریاں، صلاحیت اور اہلیت کے تناسب سے مساوی تھیں۔ بنیادی ضروریات کے لیے روزگار کے بنیادی حقوق بھی سب کو میسر تھے۔ اور سب کو ان حقوق کی ضمانت بھی حاصل تھی۔ کوئی شخص بھی کسی دوسرے شخص سے دین و اخلاق کی فضیلت کے سوا کسی دوسری فضیلت کے سبب برتر و محترم نہ تھا۔ سوائے اس معیارِ فضیلت کے جو اسلام نے اپنے معاشرے میں خود مقرر فرما دیا ہے۔

یہ بالکل ایک نیا اور انقلابی تصورِ فضیلت ہے جو اسلام نے پیش فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

''پرہیزگاری کے سوا اور کسی چیز کی بنا پر ایک شخص کو دوسرے شخص پر فضیلت نہیں ہے۔ سب لوگ آدم کی

اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔''

مزید فرمایا:

''نہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت ہے اور نہ عجمی کو عربی پر، تم سب آدم کی اولاد ہو۔''

نیز فتح مکہ کے موقع پر فرمایا:

''سن رکھو کہ فخر و ناز کا ہر سرمایہ، خون اور مال کا ہر دعویٰ آج میرے ان قدموں کے نیچے ہے۔''

پھر فرمایا:

''اے لوگو تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ نسب کے لیے کوئی فخر نہیں ہے۔ عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر کوئی فخر نہیں ہے۔ تم میں سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔''

حضور ﷺ کے پیش کردہ اس معیارِ فضیلت نے تمام غیر الٰہی نظریات کے معیارات کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ نسل کے بت پر اسلام نے یہ کہہ کر ضرب لگائی۔

''اللہ نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا، پھر اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو دنیا میں پھیلا دیا۔'' (النساء:1)

مزید ارشاد ہوا:

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو گروہ اور قبائل بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت تم میں سب سے معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔'' (الحجرات:13)

حضور ﷺ نے فرمایا:

''جس نے عصبیت پر جان دی وہ ہم میں سے نہیں، جس نے عصبیت کی طرف بلایا وہ ہم میں سے نہیں، جس نے عصبیت پر جنگ کی وہ ہم میں سے نہیں۔''

نیز فرمایا:

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو لوگوں کو عصبیت کی طرف بلاتا ہے۔''

غرض اولادِ آدم کی حیثیت سے اسلام میں کسی شخص کو کسی دوسرے شخص پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اسلامی معاشرے میں انسان کے بنیادی حقوق سب کے لیے مساوی اور برابر ہیں۔ اسلامی نظام میں کسی کے بچوں کو اس لیے بہترین تعلیمی اور رہائشی سہولتیں میسر نہیں آ سکتیں کہ وہ بچے امیر المومنین کے بچے ہیں اور کسی کے بچے صرف اس لیے گلیوں میں خاک چھانتے نہیں پھر سکتے کہ وہ کسی غریب کی اولاد ہیں۔ اسلام میں ہر فرد کو پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ تمام امتیازات سے قطع نظر اپنا انسانی حصہ وصول کرے اور اپنے طبعی جسم کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی ضروریات کو حاصل کرے۔ ریاست کے قانون میں دونوں کی حیثیت یکساں ہے۔

خاندانی اور نسلی افتخار سے منع کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ دوزخ سے چھٹکارا پانے کی کوشش کر، کیونکہ میرا رشتہ تجھ کو اللہ کے ہاں مفید نہیں ہو سکتا۔''

لیکن اگر کوئی چیز کسی کے لیے وجہ فضیلت بن سکتی ہے تو وہ ''تقویٰ'' ہے۔ چنانچہ اسلام کے تمام داعیوں نے اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی قوم کو اللہ کی عبادت اور اس کے تقویٰ کی طرف ہی بلایا۔

''اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارے لیے اور کوئی معبود نہیں۔''

چنانچہ نبی ﷺ کو بھی یہی حکم ہوا:

''اے چادر لپیٹنے والے کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا۔''

غرض اللہ کی عبادت اور بندگی ہی وہ ایک معیار ہے جو انسان اور انسان میں فرق پیدا کرتی ہے۔ بحیثیت انسان کے ایک کافر بھی اور ایک مومن بھی، ایک سرکش بھی اور ایک اطاعت گزار بھی، دونوں اللہ کے بندے ہیں۔ لیکن بحیثیت بندگی کے ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ عبادت کا مطالبہ صرف رکوع و سجود اور تسبیح و تہلیل تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اللہ کا مطالبہ ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ بھی اللہ کی اطاعت اور بندگی سے باہر نہ ہو اور وہ اللہ کی عین مرضی کے مطابق کام کرے، انفرادیت اور شخصیت ہی نہیں بلکہ اجتماعیت میں بھی انسان کی سیاست اور معاشرت کی گاڑی اسی کی اطاعت کی پٹڑی پر چلے۔

اس انفرادی اور اجتماعی عبادت کو بجالانے کے سلسلے میں جس سعی و جہد جس ذوق و شوق، جس عشق و محبت، جس وارفتگی اور جاں نثاری کا اظہار کسی شخص سے ہو گا، اسی قدر فضیلت کے ترازو میں اس کا وزن زیادہ نکلے گا۔

لیکن عبادت کو خالص اور زندگی کے ہر پہلو پر صبر و ثبات سے حاوی کرنے کے لیے جس چیز کی حقیقی ضرورت ہے وہ ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر پورا ہونا اس کی رزاقی پر مکمل بھروسہ، اس کے عالم الغیب ہونے پر کامل یقین، اس کے رحیم و کریم ہونے پر اعلیٰ درجے کا توکل، اس کے مالک یوم الدین ہونے پر سچے دل سے پختہ یقین، اس کے احکام پر عمل کرنے کا انتہائی ذوق و شوق اور ان سے انحراف کرنے سے شدید خوف و ہراس، اس کی حرام کردہ چیزوں سے کلی اجتناب اور اس کے اوامر پر عمل کرنے کی بے انتہا سعی، اس کی پسند کو دل سے اپنی پسند سمجھنا اور اس کی ناپسند کو اپنی روح کی گہرائیوں سے ناپسند کرنا، اس کی وفاداری کے مقابلے میں دوسری تمام وفاداریوں کو ہیچ سمجھنا اور اس کی اطاعت کو تمام اطاعتوں پر حاوی کر دینا۔ غرض ایمان کی ان ٹھوس بنیادوں پر عمل کو استوار کرنا ہی حقیقی مسلم ہونا ہے۔ اللہ کے حکم کے تحت ہی کسی سے جڑ جانا اور اسی کے حکم کے تحت کسی سے کٹ جانا اور انسانی عمل کے ہر گوشے سے اس بات کا اظہار ہونا کہ اس کے دل و دماغ کے کسی کونے میں بھی غیر اللہ کی محبت اور اطاعت کا کوئی بت باقی نہیں رہا ہے۔ مسلم ہونے کی ان ضروری شرائط کے ساتھ جب اللہ کے ڈر اور خوف کا اضافہ ہو جائے کہ انسان ہر دم اس کے احکام پر عمل کرنے کے لیے کمربستہ رہے۔ اس کے ہر فعل سے مکمل اطاعتِ الٰہی کا اظہار ہو، اس میں اللہ کے ہاں جواب دہی کا احساس ایک جیتا جاگتا جذبہ اور منہ بولتی حقیقت بن جائے۔ اس کی حس اتنی تیز ہو کہ وہ اللہ کے حکم سے خفیف سے خفیف غیر شعوری انحراف کو بھی اپنے نفس کی تہہ میں جانچ لے اور اسے وہیں ختم کر دینے پر آمادہ رہے۔ وہ پوری ذمہ داری سے اپنی زندگی کا بار بار جائزہ لے اور ہر گھڑی محاسبہ کرے کہ اس کی کوئی حرکت منشائے الٰہی کے خلاف نہ ہو تو اسی کیفیت کا نام تقویٰ ہے اور اسی کیفیت میں اضافے کے لیے فرمایا گیا ہے۔ ان اکرمکم عنداللہ اتقکم۔ اسی تقویٰ کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے معیارِ فضیلت قرار دیا ہے اور اسی کیفیت کو سندِ بزرگی عطا کی گئی ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی ناراضی سے بچو، جو اللہ کے غضب سے ڈرتا ہے وہ پورا پورا کامیاب ہوا۔ پرہیز گاری مراتب کو بلند کرتی ہے۔''

حضور ﷺ کے برپا کردہ اسلامی انقلاب کے پیش نظر صالح افراد کو چن چن کر اوپر لانا ضروری تھا تاکہ وہ دنیا میں اصلاح کریں، امن قائم کریں اور انسانوں کو انسانیت کا سبق دیں۔ تقویٰ کے اس معیار پر اگر ایک حبشی بھی پورا اترتا تھا تو وہی اوپر آنے کا حقدار قرار پاتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"سنو! اگر تم پر نکٹا حبشی بھی امیر بنادیا جائے اور وہ کتاب اللہ کے مطابق تمہیں چلائے تو اس کی بات ماننا اور اطاعت کرنا۔"

اسی معیار کے پیش نظر آپؐ نے کسی فاجر کی قیادت قبول کرنے سے منع فرمادیا:

"کوئی اُجڈ گنوار کسی مہاجر کا امام نہ بنے اور نہ کوئی فاجر شخص کسی پارسا مومن کا۔"

قرآن میں فرمایا:

"اے اہل ایمان! اپنے باپوں اور بھائیوں کو دلی دوست اور حمایتی مت بناؤ اگر انہوں نے ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کیا ہے۔ اور تم میں سے جو کوئی بھی اُن کے ساتھ ولایت (دوستی) کا تعلق رکھیں گے تو ایسے لوگ (خود بھی) ظالم ٹھہریں گے۔" (التوبۃ:23)

مزید فرمایا گیا:

"کیوں نہیں! جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے اپنے عہد کو پورا کرے گا اور تقویٰ کی روش اختیار کرے گا تو بے شک اللہ تعالیٰ کو اہل تقویٰ پسند ہیں۔" (آل عمران:76)

مزید فرمایا گیا:

"اے محمد! کہو، میری نماز اور میرے تمام مراسم عبودیت، میرا مرنا، میرا جینا سب کچھ اللہ کے لیے ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم ہوا ہے۔ اور سب سے پہلے میں اس کی اطاعت میں سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔" (الانعام:162،163)

مالک نے مزید حکم دیا:

"اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور یاد رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے۔" (سورۃ البقرہ)

حضورﷺ کی معرفت ملنے والے یہ احکام انسان کو اس کے حقیقی معیارِ فضیلت سے آگاہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس معیار سے ہٹ کر اگر کوئی شخص یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ وہ فلاں خاندان سے تعلق رکھتا ہے، اس لیے اسے جہنم کی آگ نہ چھوئے گی یا فلاں بزرگ سے اس کا رشتہ ہے اس لیے وہ اسے چھڑا لیں گے تو اس قسم کا فالج زدہ تقویٰ شاید ہی اللہ کی میزانِ عدل میں کوئی وزن پا سکے۔ اصل تقویٰ تو وہی ہے کہ انسان کی زندگی کا اندر اور باہر ان حدود کے اندر رہے جو اللہ اور اس کے رسولﷺ نے مقرر فرما دی ہیں۔ اور ایسا ہی تقویٰ آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو سکھایا تھا۔

چنانچہ ایک بار حضرت عمرؓ نے حضرت ابیؓ بن کعب سے تقویٰ کا مفہوم پوچھا، انہوں نے فرمایا:

"امیر المومنین آپ کسی ایسے راستے سے گزرے ہیں جس کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں؟"

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "ہاں"

حضرت ابیؓ نے پوچھا: "آپ وہاں سے کیسے گزرتے ہیں؟"

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "دامن کو سمیٹ کر اور بچا کر گزر جاتا ہوں۔"

حضرت اُبیؓ نے فرمایا: "بس یہی تقویٰ ہے۔"

گویا تقویٰ یہ ہے کہ انسان اللہ کے احکام کی خلاف ورزی سے بچ بچ کر حدودِ شریعت کے اندر رہتا ہوا زندگی گزارے۔ اس طرح اسلام نے اپنے نئے معیار فضیلت پر جو سوسائٹی تعمیر کی، اس میں ایران کے سلمانؓ بھی تھے جو اپنے آپ کو ابن اسلام کہتے تھے اور جن کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ، فرمایا کرتے تھے کہ سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔ ان میں بازانؓ بھی تھے جن کا نسب شاہانِ ایران سے جاملتا تھا۔ ان میں حبشہ کے بلالؓ بھی تھے جن کے متعلق حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ:

"بلالؓ ہمارے آقا کے غلام اور ہمارے آقا ہیں۔"

ان میں روم کے صہیبؓ بھی تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے اپنی جگہ امامت کے لیے کھڑا کیا تھا۔ ان میں حضرت ابوحذیفہؓ کے غلام حضرت سالمؓ بھی تھے جن کے متعلق حضرت عمرؓ نے اپنے انتقال کے وقت فرمایا تھا:

"آج وہ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلافت کے لیے نامزد کرتا۔"

ان میں زیدؓ بن حارثہ ایک غلام بھی تھے جن سے رسول کریمﷺ نے اپنی پھوپھی کی لڑکی کو بیاہ دیا تھا۔ ان میں حضرت زیدؓ کے بیٹے حضرت اسامہؓ بھی موجود تھے جنہیں رسول کریمﷺ نے ایسے لشکر کا سردار بنایا تھا جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جیسے صحابہؓ کبار موجود تھے، جن کے متعلق حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا کہ:

"اسامہ تجھ سے اور اس کا باپ تیرے باپ سے افضل ہے۔"

یہ تھا وہ معاشرہ جو اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کے اصول پر تعمیر ہوا تھا۔ اس اصول پر جب ایک سٹیٹ وجود میں آئی تھی، تو اس کے کارکن، اس کے جج، اس کے حاکم اور اس کے چپڑاسی تک بالکل مختلف نوعیت کے تھے۔ آج کا ایک بڑے سے بڑا جج بھی اپنے موجودہ اخلاق کے ساتھ اُس اسلامی عدالت کا کلرک اور چپڑاسی بننے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ اسلام جانی بوجھی اچھائیوں اور نیکیوں کو معروف کا نام دے کر ان پر انسان کو اُکساتا ہے اور جو لوگ اس مقصد کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں، انہیں بھلے آدمی اور متقی قرار دیتا ہے۔ اسی طرح وہ جانی بوجھی برائیوں کو منکر کا نام دے کر انسانوں کو ان سے روکتا ہے اور ان کا ارتکاب کرنے والوں کو بُرے لوگ اور فاسق و فاجر قرار دیتا ہے۔ یہی وہ میزانِ فضیلت ہے جو اسلام نے زمانے کے سامنے پیش کی تا کہ بنی نوع انسان اس میں اپنے آپ کو تول سکیں۔ اسی میں تول کر وہ اپنے حاکموں اور نمائندوں کو مقرر کریں اور اسی میں تول کر وہ کسی کو معزز قرار دیں اور کسی کو گرا ہوا سمجھیں۔ یہ میزان ہی مساواتِ انسانی کی بہترین ضمانت ہے۔

اسلام نے یہ اصول ہمیشہ کے لیے مقرر کر دیا کہ دنیا کے امن اور فلاحِ انسانیت کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اللہ سے ڈرنے والے اور آخرت میں جوابدہی کا پورا پورا احساس رکھنے والے لوگ سامنے آئیں۔ اور وہ لوگ پیچھے ہٹ کر رہیں جن کی ہوس کے سامنے فتنوں کے سارے دروازے کھلیں اور جن کے دماغ شیطان کا گھونسلا ہوں۔ حضورﷺ نے دنیا کو تباہی سے بچانے کی یہی عملی تدبیر پیش فرمائی اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔

حضورﷺ کے اپنے قائم کردہ معاشرے میں عزت و ذلت اور فضیلت و مسکنت کے یہی پیمانے مقرر تھے اسی بدلے ہوئے معیار نے انسانیت کا معیار بدل ڈالا تھا اور لوگ معیارِ زندگی کی بجائے معیارِ اخلاق اور معیارِ انسانیت تلاش کرنے لگے تھے۔

(کتاب "رسول اکرمؐ کی حکمت انقلاب" سے انتخاب)

✿✿✿

دعائے مغفرت — اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

☆ شعبہ سمع وبصر کے کارکن محمد اشرف وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا

دیں بھی گیا، دنیا بھی گئی

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پچھلی صدی میں جب زندگی ابھی اتنی تیز رفتار نہ تھی تو اقبال نے کہا: دگرگوں ہے جہاں تاروں کی گردش تیز ہے ساقی! اب ہوتے تو نجانے کیا کہتے! دنیا ہمہ نوع دھماکا خیز خبروں کی زد میں رہتی ہے۔ G-20 انعقاد پر بھارت فخر وانبساط سے پھولے نہ سما رہا تھا کہ کینیڈا نے غبارے سے ہوا نکال دی۔ 'را' کے ہاتھوں 'خالصتان تحریک' کے اہم رہنما کینیڈا میں قتل ہونے پر بھارت کو خوب آڑے ہاتھوں لیا گیا۔ امریکا، برطانیہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ نے بھی کینیڈا کی مکمل تائید کردی۔ خالصتان تحریک نے 'بھارت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے' کا بھڑکتا ہوا اعلان کر دیا۔ ابھی تو بھارت کا خمار اترا نہ تھا کہ اس کی دہشت گردانہ کارروائیوں پر دنیا بھر میں تہلکہ برپا ہوگیا۔

معیشت کی دنیا میں موسمیاتی بحران نے بڑے ممالک کی بھی سٹی گم کر رکھی ہے۔ اللہ کے غضب کے تھپیڑے چند سالوں سے شدت پکڑتے جا رہے ہیں۔ پورا شمالی امریکا بالعموم سال بھر کسی نہ کسی پکڑ میں رہتا رہا ہے۔ اس سال شدید آگ بھڑکنے کے واقعات نے کینیڈا کو دھواں دھواں کردیا۔ ریکارڈ توڑ 6 ہزار چار سو الگ الگ جگہ آگ بڑھی پھیلی۔ عنوان لگتا رہا: 'کینیڈا کو آگ لگ گئی'۔ 20 ستمبر تک 175774 کلومیٹر جل گئے۔ سوئٹزرلینڈ سے چار گنا علاقہ جل گیا۔ اربوں ڈالر کا ہمہ گیر نقصان ہوا۔ آگ سے لڑنا بہت مہنگا ہے! جنگلات کی آمدنی تباہ ہوئی۔ آبادی کا انخلاء، صحت پر اثرات، معاشی تعطل، جائیداد، بزنس کی تباہی مزید۔ ناقابلِ یقین دھوئیں کے گہرے بادل اٹھے، جو مغرب تا مشرق، شمالی امریکا میں پھیل گئے۔ آلودہ ہوائیں نیویارک، بالٹی مور، بوسٹن سے اوہائیو ویلی تک پہنچ کر زندگی دوبھر کرتی رہیں۔ راکھ اور دھول جون کے مہینے میں سوئٹزرلینڈ تک پہنچ گئی۔ آگ سے 37 ملین ایکڑ سے زائد کا نقصان ہوا۔ حکومتی اہلکاروں نے متاثرہ علاقے کا دورہ کر کے ٹویٹ کیے: یہ دل توڑ دینے والے مناظر ہیں، رہائشی علاقوں کا بے پناہ نقصان ہوا ہے۔

یہ سبھی بڑی طاقتیں بشمول کینیڈا اسلحے کے بل پر دنیا بھر میں، (افریقہ، ایشیا میں) لوٹ مار کے بازار گرم کیے رکھتی ہیں۔ جنگوں کی آگ سے گزشتہ دو دہائیوں میں مجموعی طور پر کروڑوں انسان دہکائے گئے۔ یہ ظلم وجور کی لامنتہا داستانیں ہیں۔ (مگر میڈیا ان کی جیب میں ہے۔) صرف یہی نہیں، پوری دنیا کو اخلاقی ایٹم بموں سے ان قوموں نے ہلاکت کے گڑھے میں مزید دھکیلا۔ عورت اور بچے تک نہ چھوڑے۔ زندگی اجیرن کردی۔ خاندان اجڑ گئے معاشرے عفونت زدہ دلدلوں میں تبدیل ہوگئے۔ کینیڈا، دنیا میں LGBTQ حقوق کے حوالے سے سرفہرست ہے۔ یہاں یہ ہلاکت خیز گناہ 1969ء سے قانون کا درجہ رکھتا ہے اور ان مجرموں کو میلی آنکھ سے دیکھنے والے جینا حرام کرنے کا حق رکھتا ہے! غیر معمولی تحفظ حاصل ہے انہیں۔ اس بڑے ملک کی اقتداء میں یورپ کیوں پیچھے رہتا۔ فرانس وہ پہلا ملک ہے جہاں اس شناخت کو نفسیاتی بیماری کی فہرست سے نکالا گیا۔

آئس لینڈ کو فخر ہے کہ اس کا وزیراعظم (2009ء-2013ء)، اسی شناخت کا حامل تھا۔ غرض کہاں تک سنو گے..... قرآن پھاڑنے، جلانے یا شانِ رسالتؐ پر اپنے دل کے پھپھولے پھوڑنے والے نیدرلینڈ، ناروے، بلجیم، سویڈن اور مزید یورپی سبھی اس خللِ دماغی کے مریض ہیں۔ جو کسر رہ گئی تھی وہ اب یہ جانوروں کی شناخت اختیار کر کے پوری کر رہے ہیں۔ مثلاً ان کے جوانوں کی ایک بڑی تعداد، کتا لباس اور گلے کا پٹہ پہن کر ایک تنظیم Canine Beings یعنی 'کتے ہوری' (پنجابی میں) یا کتے کے خاندان سے متعلق ہے۔ حال ہی میں ایسے بہت سے کتیائے ہوئے جوان برلن (جرمنی) کے ٹرین اسٹیشن پر اکٹھے ہوئے۔ ان سب سے اظہارِ یکجہتی کرنے کو، جو خود کو کتا سا محسوس کرتے ہیں۔ مسجودِ ملائک کو اس حال میں دیکھ کر جنگل آگ بگولہ نہ ہوں، سمندر کی لہریں کیوں نہ چڑھ دوڑیں۔ قرآن کے آئینے میں یہ اپنا چہرہ دیکھ کر آگ بگولہ ہو کر اسلاموفوبیا کے بدترین مظاہر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ صنف کے حوالے سے ان کے ہاں 72 اقسام کی دیوانی فہرست ہے۔ جن عذابوں کو یہ سائنسی پردوں میں چھپا کر بیان کرتے ہیں، ان تھپیڑوں کے اصل محرکات یہ سب کالے کرتوت ہیں۔ زہریلی گیسوں کا اخراج کارخانوں سے تو ہوتا چلا آیا صنعتی انقلاب کے بعد سے۔ اخلاقی سطح پر جو سڑاندان کے بڑھتے پھیلتے اخلاقی بحران نے برپا کی ہے اس پر اب اللہ کی فوجیں بپھر اٹھی ہیں۔ موسمیاتی تاریخ کے صرف گزشتہ 20 سالوں میں آنے والی درجہ بہ درجہ بڑھتی پھیلتی بلائیں اس پر گواہ ہیں۔

سائنس کے خالق ومالک رب کی یہ سنت ہے۔ یہ مغربی (عیسائی، یہودی) مذہب سے پیچھا چھڑا کر جس دلدل میں دھنسے پڑے ہیں، اندر خانے خوب واقف ہیں بحرِ مردار کی تاریخ سے۔ کیوں، کیسے وجود میں آیا۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے وجود کی گواہی اس روئے زمین کے ہر انسان کے روئیں روئیں، خون کے ہر قطرے، ڈی این اے میں ثبت ہے۔ یہی گواہی ہے جس پر سلیم الفطرت (دنیا کے ہر خطے سے) لوگ اللہ کی طرف لپکتے رہے ہیں۔ علامہ اسد (آسٹرین) ہوں یا پکتھال (برطانوی) اور موریس بکائی (فرانسیسی) جیسے۔ انبیاء کا مقام ہم قرآن میں ثبت دیکھتے ہیں۔ انہیں جھٹلانے والوں کو اللہ صفحۂ ہستی سے مٹاڈالتا رہا ہے۔ حضرت نوحؑ کو جھٹلائے چلے جانے پر قرآن بیان کرتا ہے: 'انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا قرار دیا اور کہا کہ دیوانہ ہے اور وہ بری طرح جھڑکا گیا' ...... آگے پوری قوم کو موسلا دھار بارشوں اور طوفانِ نوح میں غرقاب کر کے اللہ کہتا ہے: 'یہ تھا بدلہ اس شخص کی خاطر جس کی ناقدری کی گئی تھی۔' (القمر: 9-14)

قوم ثمود نے حضرت صالحؑ کو جھٹلایا اور کہا: 'ایک اکیلا آدمی جو ہم ہی میں سے ہے کیا اب ہم اس کے پیچھے چلیں۔ اس کا اتباع ہم قبول کرلیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم بہک گئے ہیں اور ہماری عقل ماری گئی ہے۔' اس کے

بعد اللہ اس قوم پر عذاب بیان کرتا ہے اور ہم سے کہتا ہے: 'ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان بنایا ہے۔ اب ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟' (القمر: 32-24)

قوم لوطؑ پر عذاب شدید ترین تھا۔ سب سے بڑھ کر سخت۔ عذابوں سے گزار کر ان پر بحرِ مردار چھا دیا گیا۔ حضرت لوطؑ کے گھر گھس آنے والوں کو اندھا کر دیا جو اپنی بدکاریوں میں LGBTQ پلس کی طرح اندھے ہو رہے تھے۔ (القمر: 33-39) بحرِ مردار ان کرتوتوں کے مطابق سطح سمندر سے مزید 1300 فٹ نشیب میں ہے۔ بحرِ مردار سے پہلے درخت، سبزہ زیتون، کھجور ہیں۔ قریب جاتے جاتے سب ختم ہو جاتا ہے۔ صرف ریت کا میدان رہ جاتا ہے۔ پرندے ختم، زندگی کی ہر رمق ختم۔ دریائے اردن کا پانی جو مچھلیاں لاتا ہے، اس میں گرتے ہی مر جاتی ہیں۔ یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے، حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات! پاکستان اور سبھی مسلم ممالک (ماسوا افغانستان) بدترین ذہنی غلامی کا شکار ان بحرِ مردار والوں کی تہذیب کے اسیر ہیں۔

مسلمانوں کی بھی شامت آئی پڑی ہیں۔ ہم معاشی بدحالی کے تھپیڑے کھا رہے ہیں۔ لیبیا کا خوفناک سیلاب اور مراکش کا زلزلہ روح فرسا ہے۔ ربیع الاول روح کو جھنجھوڑنے، ہوش دلانے کا مہینہ ہے۔ نبی مکرم ﷺ کو کل انسانیت کے لیے بشیر و نذیر بنایا گیا۔ (سبا: 28) آپ ﷺ کافۃ للناس ہیں اور ہمیں اللہ نے قرآن عطا کیا جو ھدی للناس ہے۔ 'اخرجت للناس' ہمیں ٹھہرایا۔ تمام دنیا کے انسانوں تک اللہ کی کتاب زبان و عمل سے پہنچانے کے ذمہ دار! 'تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے۔' خاتم الانبیاء، امام الانبیاء ﷺ!: تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی، اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا! اور ہمیں امتی ہونے کا اعزاز بخشا گیا۔ جسے ہم محسوس کرنے سے بھی قاصر ہیں! اپنی نسلوں کو گورے نصابوں اور غلامانہ تربیت کے حوالے کر کے اے پلس اور اے سٹار کے ریکارڈ بناتے، شناخت گم کردہ ملاؤں اور انہی جیسے مردوں کے ریوڑ تیار کر رہے ہیں۔ ملک کو مشکل میں دیکھ کر اسے چھوڑ دوڑنے پر کمر بستگان!

ماہِ مبارک کا اصل حق تو یہ ہے کہ اولادوں کو قرآن اور سیرتِ نبوی ﷺ، صحابہ کرامؓ کی شاندار تاریخ ساز کامیابیوں سے جوڑا جائے۔ شریعت کو حرزِ جاں بنا کر دنیا پر حکمرانی کرنے والے.....! دنیا آپ ﷺ کا پیغام جھٹلا کر تھپیڑے کھا رہی ہے بلا استثناء۔ کافر ہو یا مسلمان (جو اپنا فرض بھلا چکے ہیں۔) بھارت اور اسرائیل سے ہمارا مرکزِ امت سعودی عرب تعلق مضبوط کر رہا ہے!

اسرائیلی وزیر خارجہ کا کہنا ہے کہ مزید کئی مسلم ممالک بھی تعلقات قائم کرنے کو تیار ہیں۔ جس میں ہمارے وزیر خارجہ نے بھی شمولیت کا اشارہ دیا۔ جبکہ مظلوم فلسطینیوں پر اسرائیلی درندگی کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ کہاں احمد ندیم قاسمی نے پکارا تھا بے قرار ہو کر نبی مکرم کو: ایک بار اور بھی طیبہ سے فلسطین میں آ، راستہ دیکھتی ہے مسجد اقصیٰ تیرا۔ اسرائیلی جیلوں میں 8 ہزار سے زائد قیدیوں میں 250 بچے، 175 خواتین اور لڑکیاں شامل ہیں۔ 48 قیدیوں کو 25 سال اور 27 قیدیوں کو 40 سال قید میں گزر چکے۔ ہم اللہ کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں مظلوموں کی آہیں بٹور کر!

قبضے سے امت بے چاری کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی

❁❁❁

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

''مسجد تقویٰ متصل پولیس چوکی گرین ٹاؤن، جمال پور روڈ، گجرات، (حلقہ گوجرانوالہ)'' میں

15 تا 21 اکتوبر 2023ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔ موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں۔

اور

20 تا 22 اکتوبر 2023ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور (معاشی سطح پر) ☆ نجات کی راہ: سورۃ العصر کی روشنی میں

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0334-4600937 ، 053-3600937

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(7 تا 18 ستمبر 2023ء)

جمعرات (07-ستمبر) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (08-ستمبر) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ شام کو حلقہ KPK جنوبی کے سالانہ دورہ کے حوالے سے پشاور روانگی ہوئی۔ امیر حلقہ کے ہاں عشائیہ سے فراغت کے بعد عبدالناصر صافی صاحب، ناظم دعوت کی رہائش گاہ پر رات کا قیام کیا۔

ہفتہ (09-ستمبر) کو ڈاکٹر محمد عثمان صاحب کی رہائش گاہ پر ڈاکٹرز کمیونٹی کے لیے منعقد پروگرام میں صبح 10:00 بجے ''اقامت دین کی فرضیت اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ اس پروگرام میں ڈاکٹرز اور صحت کے شعبہ سے وابستہ ودیگر تقریباً 50 حضرات نے شرکت کی۔ آخر میں سوال وجواب کی نشست بھی ہوئی۔ اس کے بعد 12:00 بجے پشاور پریس کلب میں ''بقائے پاکستان: نفاذ عدل اسلام'' کے موضوع پر پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ اس میں تقریباً 30 پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے صحافیوں نے حصہ لیا۔ بعد میں سوال وجواب کا سیشن بھی ہوا۔ 04:30 بجے میجر (ر) فتح محمد صاحب کی عیادت کے لیے ان کی رہائش گاہ پر جانا ہوا۔ بعد نماز عصر حلیم ٹاور نشتر آباد میں تاجر برادری سے عمومی خطاب فرمایا۔ جس میں 150 کے قریب افراد نے شرکت کی۔ اس موقع پر کچھ خواتین نے بھی شرکت کی۔ رات کو عبدالناصر صافی صاحب کے ہاں قیام کیا۔

اتوار (10-ستمبر) کو صبح 09:00 بجے مرکز حلقہ واقع سعد اللہ جان کالونی میں حلقہ کے اجتماع میں شرکت کی۔ امیر حلقہ نے حلقہ کے ذمہ داران کا تعارف کرایا۔ بعد ازاں رفقاء سے بالمشافہ ملاقات اور نئے رفقاء کا تعارف کرایا گیا۔ پھر سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ بعد نماز ظہر پونے 2 بجے حلقہ کے ذمہ داران کے ساتھ نشست ہوئی۔ تعارف کے بعد سوال وجواب ہوئے۔ (بعد ازاں امیر محترم نے فرمایا کہ میری خواہش ہوتی ہے کہ ہر رفیق سے ملاقات ہو۔ انہوں نے ذمہ داران سے گزارش کی کہ جو رفقاء کسی وجہ سے نہیں آسکے۔ آیا وہ بیمار تھے یا کوئی عذر تھا، آپ ان رفقاء سے رابطے کر کے ان کا حال احوال پوچھیں، نیز ان کی شرکت میں کونسی چیز مانع تھی۔ انہیں بتائیں کہ امیر محترم کی خواہش تھی کہ آپ کا دیدار ہوجاتا تاہم ممکن نہ ہوسکا۔ ان رفقا کو میرا یہ پیغام دیں اور میرا اسلام پہنچائیں۔ میری دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔) بعد ازاں 04:30 بجے جامع مسجد درویش پہنچے جہاں پر علماء سے ملاقات کی اور کچھ گفتگو فرمائی۔ کچھ سوال وجواب بھی ہوئے۔ اس کے بعد طے شدہ پروگرام کے مطابق شیخ الحدیث مولانا الطاف الرحمٰن بنوی صاحب سے ملاقات کی غرض سے مسجد پیپن جماعت یونیورسٹی روڈ جانا ہوا۔ یہاں پر پہلے سے مدعو چند علماء تشریف فرما تھے۔ محترم بنوی صاحب نے ملاقات کے دوران بتایا کہ وہ 10 دن افغانستان رہ کر آئے ہیں۔ امیر محترم نے ان سے اس سفر کی پوری روداد سنی۔ علماء کرام سے مولانا بنوی صاحب کی خواہش پر اقامت دین کے طریق کار پر گفتگو کی۔ رات کو عبدالناصر صافی صاحب کے ہاں قیام کیا۔

پیر (11-ستمبر) علم فاؤنڈیشن کے نصاب قرآن کے تربیتی پروگراموں کے حوالے سے مصروفیات رہیں۔ اسی روز کراچی واپسی ہوئی۔

جمعرات (14-ستمبر) صبح لاہور آمد ہوئی۔ مرکز میں شعبہ تربیت ونظامت سے میٹنگز کیں۔

جمعہ (15-ستمبر) کو صبح قرآن اکیڈمی لاہور میں شعبہ نشر واشاعت سے میٹنگ کی۔ بعد ازاں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ اس کے بعد عمران علی صاحب (مقامی امیر صدر تنظیم لاہور شرقی) کے سسر (سینئر رفیق تنظیم اظہر خان) کے جنازے میں شرکت کی۔ پھر مرکز آنا ہوا۔

ہفتہ (16-ستمبر) کو صبح 09 بجے توسیعی عاملہ کے پہلے سیشن میں شرکت کی جو 01:00 بجے تک جاری رہا۔ بعد نماز ظہر وقفہ 03:15 بجے دین حق ٹرسٹ کے بورڈ آف گورنرز کے اجلاس کی صدارت کی۔ بعد نماز عصر مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کی جو نماز عشاء تک جاری رہا۔

اتوار (17-ستمبر) صبح 08:30 بجے مرکزی شوریٰ کے دوسرے سیشن میں شرکت کی، جو رات نماز عشاء تک جاری رہا۔ اس دوران 03:45 بجے سہ پہر مرکزی خلافت کمیٹی کے اجلاس کی صدارت کی۔

پیر (18-ستمبر) کو صبح 09:00 بجے توسیعی عاملہ کے دوسرے سیشن میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر ایک رفیق کے ساتھ میٹنگ کی۔ بعد ازاں توسیعی عاملہ کے اختتامی اجلاس میں شرکت کی جو 03:00 بجے تک جاری رہا۔ اس کے بعد کراچی کے لیے روانگی ہوئی۔

دوران عرصہ نائب امیر سے مستقل آن لائن رابطہ رہا۔

Until and unless a considerable amount of really good quality work is available in the field of Islamic theology or *Kalam*, the hope of instilling in the intelligentsia a deeply religious point of view can never be realized.

After the development and reformulation of religious and philosophical thought, the second most essential task would be to elaborate cogently in modern terminology the teachings of Islam regarding the practical aspects of life such as politics, jurisprudence, culture, and economics. In this connection, it was mentioned earlier that during the past forty years or so some commendable work was undertaken in Egypt and the Indo-Pak subcontinent. Both the *Jamaat-e-Islami* and *Al-Ikhwan Al-Muslimoon* have made 'Islamic way of life' and 'Social Justice in Islam' the central themes of their published work. However, this should only be considered as an appreciably good start in the right direction. It must be pointed out here that the current wave of plagiarism and publishing the old material under new titles will not at all serve the purpose. Pamphletaeering by pseudo-scholars and immature writers and sale of publications among a particular group of people may bring economic benefit to a few but surely this will render no positive and lasting service to Islam itself. In the world of today in which people generally are pressed for time, persons of high intellectual caliber cannot possibly find time and leisure for superficial and second-rate literature. It is therefore imperative that whatever material is brought out, should be of high standard without necessarily being voluminous. For this task as well, besides critical knowledge of contemporary world affairs and social sciences, a deep and sound understanding of the Qur'an and Sunnah is called for.

<u>Ref</u>: An excerpt from the English translation of the Book "اسلام کی نشاۃ ثانیہ کرنے کا اصل کام":byDr Israr Ahmad *(RAA)*; "ISLAMIC RENAISSANCE: The Real Task Ahead" [Translated by Dr. Absar Ahmad]

<u>End Notes</u>:

1 This refers to *Imam Ghazali's* book *"Refutation of Philosophers"*in which he tried to refute the rationalistic philosophies of the eleventh century.

2 Here the allusion is to *Imam IbnTaimiyya's* book entitle *"Attack on the Logicians"* in which he criticized and conclusively refuted the arguments advanced by the logicians of his time.

3 These lectures were delivered at the request of *Madras Muslim Association* by *Dr. Muhammad Iqbal* at *Madras, Hyderabad*, and *Aligarh*. They were written around 1928-29. The last lecture: "*Is religion Possible?*" was delivered in a session of the *Aristotelian Society, London*, in December 1932.

The Real Task Ahead (II)

The difficult task of refuting Western thought and rooting out its civilization and culture can only be executed in the real sense by those who have drunk deep at the fountains of wisdom and knowledge that flow from the Qur'an. It would be possible for these individuals to write a new 'Refutation'[1] of the philosophers of today and mount a crushing 'attack'[2] upon modern logicians. In a word, they will check effectively the flood of atheism and materialism which has been carrying away the human mind for the last two hundred years.

Besides this, they will have to undertake the positive task of initiating a new Islamic philosophical theology or *Kalam*, so that the facts discovered in the domains of mathematics, physics, astronomy, biology, and psychology may be assigned a proper place in the framework of Islamic beliefs. There is no inherent contradiction between the facts of these sciences and the tenets of *Iman*. The facts of physical sciences point partially to the same Absolute Reality which is comprehended through *Iman*. Forty years ago, Dr. Muhammad Iqbal set a precedence for this sort of work through the seven lectures published under the title, *'Reconstruction of Religious Thought in Islam'*[3]. The followers of Iqbal have, however, rather inappropriately concentrated on the nature of law, *Ijma'* and *Ijtihad* in Islam, which are in fact not directly related to the religious and philosophical aspect of his book. In fact, his real purpose was the reconstruction and reformulation of the philosophical theology of Islam and his work is highly stimulating and thought-provoking in this regard. He did not claim that his word was final or perfect. He himself observed in the preface:

> As knowledge advances and fresh avenues of thought are opened, other views and probably sounder views than those set forth in these lectures, are possible. Our duty is to watch carefully the progress of human thought and to maintain an independent critical attitude towards it.

Therefore, if this task had been continued on lines suggested by Dr. Iqbal and some talented and dedicated individuals had devoted their lives to Qur'anic research, making it the hub and center of their intellectual activity, quite valuable and substantial work would have been produced by now.

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.38
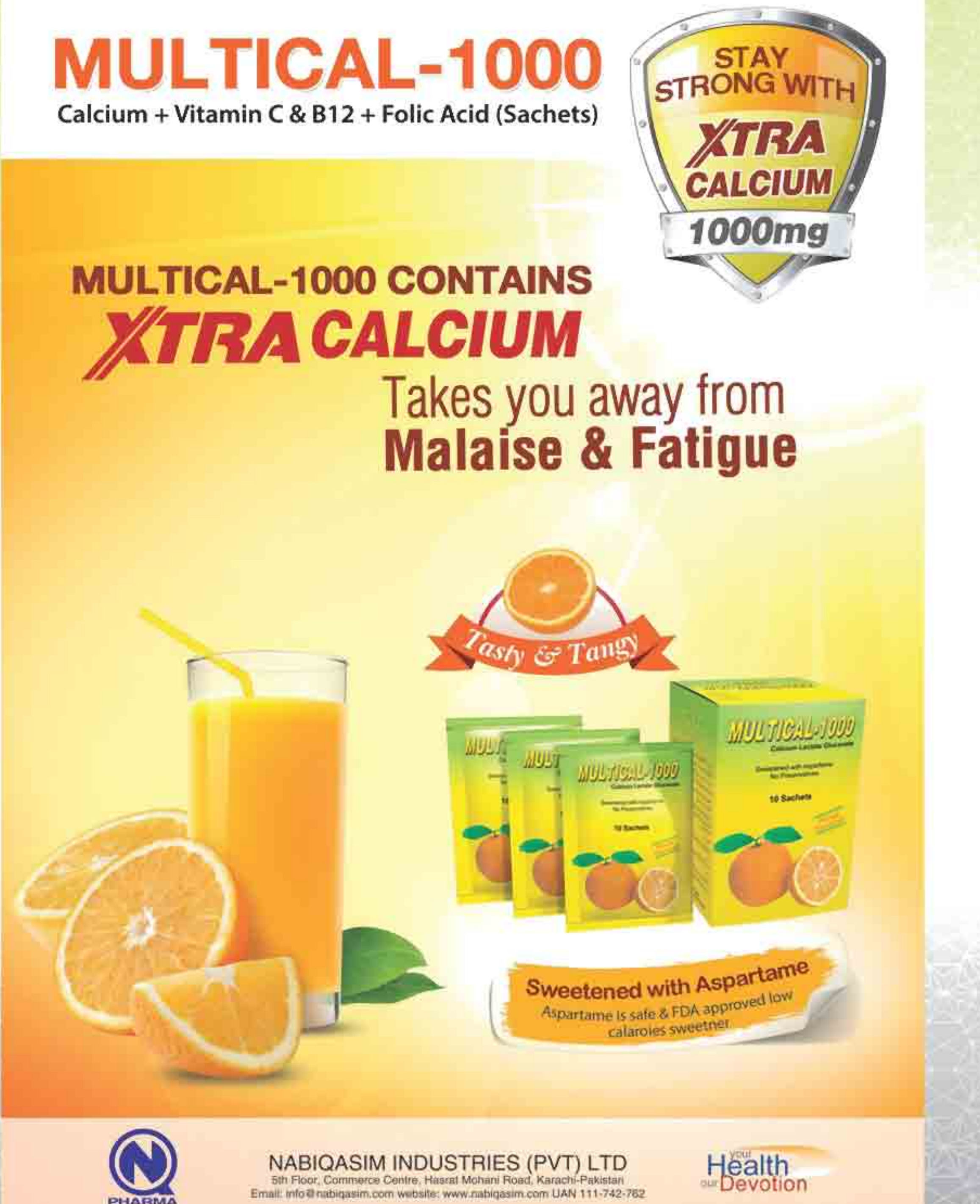
Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore